خطبات امام حرم

(امام کعبہ ڈاکٹر شیخ خالد بن علی غامدی دامت برکاتہم کے دورۂ لکھنؤ مئی ۲۰۱۲ء

کے ۴؍اہم خطبات کا مجموعہ)

ترتیب وترجمہ

محمد فرمان ندوی

ناشر

دفتر نظامت، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

طبع اول

۱۴۳۳ھ - ۲۰۱۲ء

نام کتاب	:	خطباتِ امامِ حرم
نام مرتب	:	محمد فرمان ندوی
صفحات	:	۵۶
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
کمپوزنگ	:	حشمت علی، ڈالی گنج، لکھنؤ (9305202797)
طباعت	:	کاکوری پریس، لکھنؤ
قیمت	:	۴۰/روپئے

ملنے کے پتے:

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ

ندوی بک ڈپو، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ناشر:

دفتر نظامت، ندوۃ العلما، لکھنؤ

فہرست

مقدمہ: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۵
عرض مترجم	۹
قرآن کریم کتاب ہدایت اور نسخۂ شفا	۱۱
سیرت رسول اکرم ﷺ اور امن عالم	۲۸
اعتدال و میانہ روی امت مسلمہ کی شان امتیازی	۴۴
اسلامی نظام معاشرت	۴۹

”جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیَاماً لِّلنَّاسِ“

(مائدہ:۹۷)

ترجمہ: اللہ نے کعبہ کے مقدس گھر کو انسانوں کے باقی رہنے کا مدار ٹھہرایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات والصلاة والسلام على عبده ورسوله الذي ختم الله عليه النبوة وأتم عليه ما خصه من الكرامات ، أما بعد:

شہر لکھنؤ کے لئے یہ سعادت مقدر تھی کہ یہاں امام حرم شیخ خالد بن علی غامدی تشریف لائیں، لکھنؤ اتر پردیش کی راجدھانی ہے، اور اتر پردیش ملک کا بڑا صوبہ شمار کیا جاتا ہے، یہاں کئی اسلامی ادارے، مراکز اور دینی مدارس ہیں، انہی میں ایک بڑا اسلامی ودعوتی مرکز ندوۃ العلماء ہے، ندوۃ العلماء نے طلباء دار العلوم کے علمی و دینی استفادہ کے لئے امام حرم کی لکھنؤ آمد کی تجویز رکھی، چنانچہ حرمین شریفین کے اعلیٰ ذمہ داران نے اس کو قبول کیا، خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز حفظہ اللہ نے بھی اس کی منظوری دیدی، اس طرح امام حرم کی آمد کا ایک زریں موقع ہاتھ آیا، امام حرم لکھنؤ تشریف لائے، ان کا قیام چھ دن رہا، اس دوران انہوں نے مختلف پروگراموں میں تقریریں کیں، یہ تقریریں اپنے موضوعات کا پورا احاطہ کئے ہوئے تھیں، امام محترم کے پانچ خطابات بڑے مفصل اور اہم ہوئے، ان کے عناوین حسب ذیل ہیں:

قرآن کریم: کتاب ہدایت اور نسخہ شفا

سیرت رسول اکرم ﷺ اور امن عالم

اعتدال ومیانہ روی: مسلمانوں کی شان امتیازی

اسلامی نظام معاشرت

امام محمد بن عبدالوھابؒ اور عقیدہ توحید کے فروغ میں ان کی خدمات

مذکورہ بالا چار محاضرات اپنے مواد کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ہم آہنگ تھے، اسلئے اس کتابچہ میں ان کو جمع کیا گیا ہے، آخر الذکر محاضرہ انشاء اللہ العزیز مستقل رسالہ کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔

چاروں تقریروں کے موضوعات مسلمانوں کی عام زندگی سے بہت زیادہ تعلق رکھتے ہیں، اور ایک مثالی زندگی کی تعمیر کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، اسی کے ساتھ ان میں ایسے مضامین موجود ہیں جو غیر مسلموں کو بھی اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے کافی ہیں، کیونکہ اسلام پوری نوع انسانی کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص کتاب وسنت کی تعلیمات پر عمل کرنے کا حکم دیتا ہے، قرآن کریم کے بارے میں آیا کہ وہ کتاب ہدایت، نسخہ شفا اور سیدھے راستے کی رہنمائی کرنے والا ہے، دل ودماغ کے امراض کو دور کرنے والا ہے، اور سیرت رسول اکرم ﷺ انسانی زندگی کے لئے اعلیٰ نمونہ ہے، کیونکہ قرآن کریم میں آیا ہے: تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالی سے ملاقات کی امید رکھتا ہو، اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو۔ (احزاب:۲۱)

اللہ تعالی نے جب رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام پر اپنے دین کو مکمل کیا، تو ان کو نبی بنا کر امت پر احسان عظیم کیا، اور مذہب اسلام کو ایسا سہل، زندگی کے تقاضوں کا ساتھ دینے والا بنا کر نازل کیا کہ وہ ہر دور میں انسانیت کی رہنمائی کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، وہ معتدل دین ہے، نہ اس میں افراط وتفریط ہے اور نہ انسانی زندگی کے بعض گوشوں میں محدود، اس کے عقائد آفاقی، اس کی عبادتیں ہمہ گیر، بلکہ وہ انسانی حالات کے لئے مکمل ضابطہ اور دستور العمل ہے، معمولی درجہ کا انسان رب العالمین سے

کس طرح اپنا رابطہ مضبوط کرے گا، پورے اعتدال وتوازن کے ساتھ اس کے آداب شریعت مطہرہ میں موجود ہیں، اگر اللہ کو ماننے والا انسان قرآن وحدیث کی روشنی میں ہدایت کا طالب ہوگا تو وہ اعتدال کا پیکر ہوگا، اسی راہ اعتدال پر چل کر وہ معاشرہ میں ایسا اسلامی نظام کو بخوبی نافذ کرسکے گا، جس میں محبت، رحم دلی اور آپسی صلح وصفائی کے جذبات کارفرما ہوتے ہیں۔

بہرحال امام حرم نے انسانی زندگی کے ان اہم موضوعات کو اصل اسلامی زندگی کی روشنی میں حل کیا ہے، ان کے خطبات رواں اسلوب میں عوام الناس کے فہم کے بالکل مطابق تھے، جن سے لوگوں سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا، ہم نے سیرت رسول اکرم سے امام حرم کی غایت درجہ دلچسپی اور اچھے مقاصد کے لئے اس کے واقعات کو پیش کرنے کا انداز بچشم خود دیکھا، جس سے ان کی قدر میں مزید اضافہ ہوا، اس تناظر میں ان کی وہ خصوصیات، اور دینی وعلمی کاوشیں بھی معلوم ہوئیں، جو ان خطبات کے سامعین کے دل و دماغ پر پوری طرح اثر انداز تھیں۔

امام حرم نے ایک جلیل القدر عالم، پرسوز داعی کی طرح اپنی ذمہ داریاں نبھائیں، لکھنؤ کے زمانہ قیام میں اپنے خطبات وتقاریر کے ساتھ مسلم وغیر مسلم نمائندوں سے بھی ملے تا کہ اسلام کا وسیع اور آفاقی پیغام ان تک پہونچے، جس کی فطرت بھلائی، سچائی اور لوگوں کی خیر خواہی ہے۔

ہم امام محترم کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے ترجمان اسلام کی حیثیت سے اپنی خدمات پیش کیں، امور حرمین شریفین کے سربراہ، بالخصوص خادم الحرمین الشریفین شاہ عبد اللہ بن عبد العزیز حفظہ اللہ کے بھی مشکور ہیں جنہوں نے امام حرم کو ہندوستان آنے کی اجازت مرحمت فرمائی، مزید سعودی سفارت خانہ نئی دہلی اور اس کے ملحق ثقافی (دینی امور کے سربراہ) شیخ احمد الرومی حفظہ اللہ کے بھی ممنون ہیں، جو اس پورے دورہ میں امام صاحب کے ساتھ رہے۔

ان خطبات کی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کو شائع کررہے ہیں، تا کہ جو حضرات ان میں حاضر نہیں تھے وہ بھی اس سے استفادہ کرسکیں، دار العلوم کے استاذ مولوی محمد فرمان ندوی نے ان خطبات کو سی ڈی سے نقل کیا، اوران کو جمع کر کے قابل اشاعت بنایا، مزید اردو داں طبقہ کے لئے اس کا ترجمہ بھی کردیا، یہ ایک اچھی کوشش ہے، ہم اس پر ان کو مبا کباد دیتے ہیں۔ اللہ تعالی جزائے خیر سے نوازیں۔

محمد رابع حسنی ندوی
ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۷/۹/۱۴۳۳ھ
۲۶/۷/۲۰۱۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مترجم

نحمده و نصلي على رسوله الكريم أمابعد:

راقم کی زبان اللہ تعالیٰ کے ہزار ہا شکر سے لبریز ہے کہ اسی خالق دو جہاں نے محض اپنے فضل سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی سرپرستی میں امام حرم کے دورہ لکھنؤ ۲۰۱۲ء کے اہم خطبات کو بزبان عربی "صور مشرقة للاسلام" کے نام سے جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائی، یہ خطبات حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء دامت برکاتہم کے ایماء پر دفتر نظامت ندوۃ العلماء سے شائع ہوئے، اور توقع سے زیادہ مقبول ہوئے، فالحمد لله على ذلك.

بعض اہل علم حضرات نے اس رسالہ کے اردو ترجمہ کی طرف راقم کی توجہ مبذول کرائی، اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی کہ یہ کام بھی بآسانی ہو گیا، اور ماشاء اللہ پندرہ روزہ تعمیر حیات ندوۃ العلماء میں کئی قسطوں میں (جون، جولائی ۲۰۱۲ء کے شماروں میں) شائع ہوا، اسکے بعد مخدوم و معظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم سے راقم نے اس کا تذکرہ کیا تو حضرت والا نے نہ صرف یہ کہ اس کو سراہا، بلکہ اس کی طباعت کا بھی حکم صادر فرما کر اس بندہ کی ہمت افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ مخدوم گرامی کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے۔

ترجمہ اور طباعت کے سلسلے میں مولانا کلام الدین ندوی (مجلس تحقیقات

ونشریات اسلام لکھنؤ) اور برادرم جاوید اختر ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء کا گرانقدر تعاون رہا۔ اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

دعا ہے اللہ تعالی عربی مجموعہ تقاریر کی طرح اس اردو رسالہ کو قبول فرمائے اور اپنی توفیقات خاص سے نوازے۔

راقم الحروف

محمد فرمان ندوی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

(۹ر رمضان ۱۴۳۳ھ - ۲۹ر جولائی ۲۰۱۲ء)

قرآن کریم

کتاب ہدایت اور نسخہ شفا

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی حبیبنا ونبینا وسیدنا وقدوتنا محمد وعلی آلہ وأزواجہ وأصحابہ الطیبین الطاھرین وسائر الصحابۃ الأبرار الأطھار، والتابعین لھم باحسان الی یوم الدین ، أما بعد !

اللہ تعالی نے چھٹی صدی عیسوی میں روئے زمین پر نگاہ ڈالی تو اس کو اس سے نفرت ہوئی کہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت میں مشغول ہیں سوائے چند اہل کتاب کے جو آسمانی کتابوں کے مطابق زندگی گذار رہے تھے، بعثت نبوی سے قبل لوگ جہالت و ضلالت، اور سخت ترین گمراہی میں تھے، نہ انھیں حق کی معرفت حاصل تھی، اور نہ ان کو کسی مذہب کا علم تھا جس کے وہ پیروکار ہوئے تھے، کچھ لوگ درختوں اور پتھروں اور ستاروں کو پوجتے تھے، اور کچھ بتوں کی عبادت کرتے تھے، قتل وخونریزی، چوری، ناحق مال کھانا اور نوع بنوع کا بگاڑ پایا جاتا تھا، جہالت پورے جزیرۃ العرب میں عام تھی، لیکن جب اللہ تعالی نے انسانیت کے ساتھ کرم کا معاملہ کیا تو رسول پاک علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، رسول پاک کی شرافت نفسی کا عالم یہ تھا کہ وہ بعثت سے پہلے غار حراء میں کئی کئی راتیں عبادت وریاضت میں گذارتے تھے، حضرت عائشہؓ سے بخاری شریف میں مروی ہے کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام غار حراء جایا کرتے تھے، (غار حراء مکہ کا مشہور غار ہے)اور کئی دنوں تک عبادت کیا کرتے تھے، رسول پاکؐ کا یہ عمل سماج میں پھیلے ہوئے

امراض سے بیزاری کی وجہ سے تھا، بچپن ہی سے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام بت پرستی ،شرک اور ہر قسم کے شر وفساد کو ناپسند سمجھتے تھے، اور اس غار میں مراقبے کے لئے جایا کرتے تھے، تا کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی عظمت کا صحیح معنوں میں ادراک کرسکیں، چنانچہ رمضان المبارک کی ۲۷ ویں رات کو وحی الٰہی آئی، صحیح حدیث کے مطابق قرآن اسی رات میں نازل ہوا، جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ: پڑھیے، آپ ؑ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اس نے مجھے پکڑ کر دبایا یہاں تک کہ میں نے اس کی تکلیف محسوس کی، پھر مجھے چھوڑ دیا، اور کہا کہ پڑھیے! میں نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اس نے پھر مجھے پکڑا اور اتنی زور سے لپٹایا کہ مجھ پر اس کا سخت دباؤ پڑا، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے، میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اس نے پھر مجھے پکڑ کر دوبارہ اسی طرح دبایا اور چھوڑ دیا اور کہا:

﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَ رَبُّكَ الأَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الإِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ. [سورہ علق :۱-۵]

(اے محمد ﷺ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے عالم کو پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔

یہ مبارک آیتیں قرآن کریم کی اولین نازل شدہ آیتیں ہیں، جن میں عظیم دلائل اور گراں قدر معنی پنہاں ہیں۔ ایک اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ وہ دین جو شب قدر میں دنیائے انسانیت کے لئے آیا۔ وہ تعلیم وتعلم کا دین ہوگا، فکر وتدبر کا دین ہوگا، وہ پند ونصیحت اور عبرت وموعظت کا دین ہوگا۔ یہ ایسا دین نہیں ہے جس میں مشکلات اور دنیاوی جھمیلے رکھے گئے ہیں۔ اور نہ یہ جمود اور دقیانوسیت کا دین ہے۔ بلکہ یہ علم اور علماء کا دین ہے۔ اور پڑھنا اور سمجھنا اس کی فطرت ثانیہ ہے۔ یہ عظیم معانی رسول اکرم ؐ کے لوح وقلب پر پہلی وحی کے ذریعہ نقش کردیئے گئے تھے۔

اسی مبارک رات میں قرآن کریم نازل ہوا۔ چنانچہ وہ انسانیت کے لئے کتاب ہدایت اور راہ حق سے بھٹکی ہوئی امت کے لئے خضر راہ ثابت ہوا۔ قرآن نے لوگوں کو کفر وشرک کی تاریکی سے نکال کر ایمان کی روشنی میں داخل کیا۔ اور ان کو ایسا نظام حیات دیا جس پر عمل کر کے وہ منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں، یہ حقیقت ہے کہ انسان دنیا میں آخرت کا مسافر ہے، زندگی بھی ایک سفر ہے، اور روز وشب اس کے مراحل ہیں، انسان ان مراحل کو کس طرح پار کرے اور اللہ تعالیٰ تک پہونچے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دستور حیات نازل فرمایا، یہ قرآن انسانیت کے اعمال واقوال ، آراء وافکار اور رجحانات ومیلانات کے لئے ایک میزان کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے ذریعہ دنیائے انسانیت پیش آمدہ مسائل میں صحیح اور درست رائے معلوم کر سکتی ہے۔

قرآن کریم میں پوری انسانیت کے لئے واضح نشانیاں اور عظیم دلائل ہیں۔ انسانیت نزول قرآن سے پہلے گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں تھی۔ نہ اسے اللہ کی معرفت حاصل تھی، اور نہ اس کے کلام کی، جب یہ قرآن نازل ہوا تو اس نے پوری دنیا کے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے صحیح راستہ کو روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے''۔ [بنی اسرائیل:۹]

قرآن کریم انسانیت کے لئے عظیم ہدایت نامہ ہے اور وہ اس راستہ کی رہنمائی کرتا ہے جو سیدھا ہے، بہتر ہے، پاکیزہ ہے صاف ستھرا ہے، اور عظیم ہے، اور یہی قرآنی راستہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام قسم کے شرور وفتن اور کفر وضلالت سے نکال کر زندگی کے تمام میدانوں میں سیدھی اور درست راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔ خواہ یہ میدان اقتصادی ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا ثقافتی، انفرادی ہو یا اجتماعی، لوگوں کے لئے اس قرآن میں مکمل رہنمائی اور شفا اور روشنی کے تمام اسباب فراہم کر دئے گئے ہیں۔ یقیناً قرآن الٰہی ہدایت عامہ، ربانی تحفہ، اور آسمانی نعمت ہے، جس سے ہی پوری دنیائے

انسانیت شادکام ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شفا اور ہدایت کے تمام اسباب ودیعت فرمادیئے ہیں، جوان کو اختیار کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کردہ خیر اور روشنی تک پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہے ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے، اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے''۔ [یونس:۵۷]

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے لئے پندونصائح کا مجموعہ بھی ہے۔ جس کے ذریعہ سے انہیں ماموراتِ ومنہیات کی تلقین کی گئی درحقیقت تورات اللہ تعالیٰ کا انسانیت کے لئے قدیم عہد نامہ تھی اور انجیل جدید عہد نامہ، اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو آخری عہد نامہ قرار دیا ہے۔ یہی انسانیت کے لئے آخری دستور حیات ہے۔

قرآن کریم نسخۂ شفا بھی ہے جو حکم الٰہی سے دلوں اور جسموں کی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ امراض دو طرح کے ہوتے ہیں۔ کچھ امراض وہ ہوتے ہیں جو دل سے متعلق ہیں۔ اور کچھ امراض وہ ہوتے ہیں جو جسم سے متعلق ہوتے ہیں۔ جسم سے متعلق امراض یا تو معنوی ہوں گے یا مادی، ان ہی کو شہوت اور شبہ کے امراض سے جانا جاتا ہے، یہ دونوں امراض انسانی دلوں کو کثرت سے لاحق ہوتے ہیں، قرآن کریم ان دونوں خطرناک امراض سے شفایابی عطا کرتا ہے، یہ حقیقت ہے کہ شہوت کا مرض بہت خطرناک مرض ہے، جس کا اثر دل پہ ہوتا ہے اور جان لیوا ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس مرض سے دور رہنے کی تلقین ہر خاص وعام کو کی ہے۔ ازواج مطہرات کو خطاب کرتے ہوئے قرآن نے کہا: ''اے نبی کی گھر والیو! اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنی زینت کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو، اور زکوٰۃ دیتی رہو، اور اللہ اس کے رسول ﷺ کی اطاعت گزاری کرو، اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تم سے وہ ہر قسم کی گندگی کو دور کردے، اور تمہیں خوب پاک رکھے۔ اے نبی کی بیبیو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گار رہنا چاہتی ہو تو نرم لہجہ سے بات نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ برا

خیال کرے، اور ہاں قاعدہ کے مطابق کلام کیا کرو۔ [سورہ احزاب: ۳۲، ۳۳]

ان آیات میں شہوت کی بیماری کا اظہار ہے۔ سورہ بقرہ میں آیا ہے کہ منافقوں کے دلوں میں بیماری تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں مزید بڑھا دیا اور ان کے جھوٹ کے وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ [سورہ بقرہ: ۱۰] اس آیت میں شبہ کی بیماری کی وضاحت ہے، قرآن نے شہوت اور شبہ دونوں قسم کی بیماریوں کو بیان کیا ہے اور ان کی حقیقت واضح کی ہے۔ اور ان سے شفایابی کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ شہوت کی بیماریوں سے شفایابی کا تذکرہ کئی آیتوں میں کیا ہے، چنانچہ سورۂ نور میں ہے کہ: اے نبی! مومنوں سے کہد یجئے کہ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں، یہی ان کے لئے پابندی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے اور مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے ان کے جو ظاہر ہیں، اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔ [سورہ نور: ۳۰، ۳۱]

یہ شہوت کے امراض سے شفا کا طریقہ تھا کہ انسان اپنی نگاہ پست رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت رکھے اور شہوت انگیز ذرائع سے دور رہے۔

قرآن کریم میں شبہ سے دور رہنے کا بھی تذکرہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ہم نے آپ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنی دل میں کوئی آرزو کرنے لگا تو شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا۔ پس شیطان کی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے۔ پھر اپنی باتیں محکم فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ دانا اور باحکمت ہے، یہ اس لئے کہ شیطانی ملاوٹ کو اللہ ان لوگوں کو آزمائش کا ذریعہ بنا دے جن کے دل میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں، بے شک ظالم لوگ گہری مخالفت میں ہیں، اور اس لئے بھی کہ جنہیں علم عطا فرمایا گیا ہے کہ وہ حق ہے تاکہ وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اس کی طرف جھک جائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو راہ راست کی رہبری کرنیوالا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم شہوت اور شبہ کی امراض سے شفایابی عطا کرتا ہے اور یہ

دونوں امراض ایسے ہیں جن سے انسانی دنیا کثرت سے دو چار ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو ہوائے نفس کے مطابق کام کر کے خواہش نفس کے مرض میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں نوع بنوع کے شہوت انگیز وسائل پائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اکثر لوگ اس میں مبتلا ہیں اور یہی حقیقت ہے، شک وشبہ کا مرض شہوت کے مرض سے زیادہ خطرناک ہے۔ خواہش نفس کے مطابق کام کرنے والے شخص کو اگر نصیحت کر دی جائے یا عذاب قبر یا عذاب جہنم سے ڈرایا جائے تو بہت ممکن ہے کہ اس سے باز آجائے اور اس سے توبہ کر لے، اور یہ مشاہدہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ اس مرض میں گرفتار ہوتے بھی ہیں اور رجوع کرتے ہیں، لیکن نعوذ باللہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین یا اصول دین قرآن وحدیث وغیرہ میں شک وشبہ کے مرض میں گرفتار ہوتا ہے تو اس کو بہت کم توبہ کی توفیق ملتی ہے۔ رسول پاکؐ سے ایک حدیث میں نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدعت والے سے توبہ کی توفیق سلب کر لی ہے، یعنی بدعت والا نہ توبہ کرتا ہے اور نہ احکام شریعت کو مانتا ہے۔ نہ اپنی بدعت سے گریزاں رہتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے، چنانچہ وہ اپنی بدعت، اپنی گمراہی اپنے شک وتردد کی مدافعت کرتا اور پرزور حمایت کرتا ہے، لیکن شہوت کے مرض میں گرفتار انسان سمجھتا ہے کہ وہ گناہ گار ہے، اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کا خواستگار ہوتا ہے۔ لیکن شبہ والا بہت کم ایسا کرتا ہے، سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے نواز دے، اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی عافیت اور امان میں رکھے۔

قرآن کریم انسانی زندگی میں پیش آنے والے خطرناک امراض کے لئے نسخہء شفا ہے۔ حدیث شریف آیا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک کالا دھبہ لگ جاتا ہے اگر وہ توبہ استغفار کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ دھبہ گہرا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے، اسی کو قرآن کریم میں زنگ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے۔ اسی زنگ کی وجہ سے انسان مذکورہ

سنگین امراض کی طرف سے پیش قدمی کرتے ہوئے چلا جاتا ہے۔

قرآن کریم جسمانی امراض کے لئے بھی نسخۂ شفا ہے، اسی سلسلہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی وہ حدیث قابل ذکر ہے۔ فرماتے ہیں: ہم ایک سفر میں تھے، ایک جگہ ہم نے قیام کیا۔ ایک باندی ہمارے پاس آئی، اس نے کہا کہ اس قبیلہ کے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ اور ہمارے اہل خانہ یہاں موجود نہیں ہیں، تو کیا آپ میں کوئی شخص دم کرنا جانتا ہے تو ہمارے قافلہ کے ایک شخص اس کے ساتھ گئے۔ اور دم کیا تو شفایاب ہوگیا، چنانچہ شفایاب ہونے والے نے تیس بکریاں ہمارے ساتھی کو دیں۔ اور دودھ سے ہماری ضیافت فرمائی۔ جب ہم لوٹے تو ان سے پوچھا: کیا تم دم کرنا جانتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر ہی دم کیا کرتا ہوں، ہم نے کہا کہ رسول اکرمؐ سے جب تک اس کا تذکرہ نہیں کریں گے اس وقت تک مطمئن نہیں ہوں گے، ہم مدینہ آئے اور ہم نے رسولؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ کیسے اس کو معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ نسخہ شفا ہے (گویا آپؐ نے ان کی تائید فرمائی)۔ [بخاری و مسلم]

یہ حدیث اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ قرآن کریم انسان کے جسمانی، نفسیاتی، عقلی، معاشرتی اور اس کے علاوہ تمام امراض کے لئے نسخہ شفا ہے۔ علامہ ابن قیم نے "الجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي" کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انسان اگر سورہ فاتحہ کو پڑھ کر دم کرے تو پیش آنے والے امراض سے بہت جلد شفایاب ہوگا۔ میرا تجربہ ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا، مجھے ایسے امراض لاحق ہوگئے جن میں کوئی دوا مفید نہیں تھی، اور نہ ڈاکٹر کا کوئی نسخہ کارگر تھا۔ میں سورۂ فاتحہ کے ذریعہ اپنا علاج کر رہا تھا اور اس کی حیرت انگیز تاثیر محسوس کر رہا تھا، میں ہر اس شخص کے لئے یہی نسخہ تجویز کرتا ہوں جو کسی بھی درد والم میں دوچار ہو، اللہ کا فضل ہے کہ اکثر لوگوں کو بہت جلد شفایابی ہوئی۔

قرآن کریم ہدایت نامہ ہے، وہ سیدھے راستہ کی رہنمائی کرتا ہے، وہ ہر شخص کی رہنمائی کرتا ہے، جسے نہیں معلوم کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کس نے اس کو پیدا کیا ہے؟ وہ

کہاں جا رہا ہے؟ اور اس کا کیا انجام ہوگا؟ بہت سے ملحدین اور دین بے زار لوگ اس مرض میں گرفتار ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ یہ عجیب وغریب صورتحال ہے کہ آپ ان سے پوچھیں گے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ تو کہیں گے مجھے معلوم نہیں، کہاں جانا ہے؟ تو کہیں گے نہیں معلوم۔ کس نے آپ کو پیدا کیا ہے؟ جواب دیں گے نہیں معلوم، کہاں کا قصد ہے؟ تو کہیں گے نہیں معلوم۔ ان کی یہ حیرانی اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور قرآن کریم سے عدم واقفیت کی بناء پر ہے۔ اگر وہ قرآن کریم کو پڑھیں اور ان سوالات کے جوابات جاننا چاہیں تو قرآن کریم ان کی صحیح رہنمائی کرے گا۔ قرآن کریم میں انسان کے بارے میں ہمہ گیر صحیح نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس کی فطرت کیسی ہے؟ کس نے اس کو پیدا کیا ہے اور کیسے وہ پیدا کئے گئے ہیں، اس کا آغاز کیا ہے اس کا انجام کیا ہے، قرآن کریم میں کائنات کے بارے میں مکمل معلومات موجود ہیں، کس نے یہ کائنات بنائی؟ کیسے یہ نظام قائم کیا گیا؟ کیوں اللہ تعالیٰ نے یہ نظام قائم کیا؟ انسانیت کو اللہ تعالیٰ نے کیوں وجود بخشا؟ حتیٰ کہ کائنات کے آغاز اور انجام کی مکمل تفصیل وتشریح قرآن کریم میں موجود ہے۔

قرآن کریم امت کے افراد کے لئے باعث رحمت بھی ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے خاص وعام پر رحمت کا فیضان کرتے ہیں۔ رسول پاکؐ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو ساری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسانیت نے رحمت کی حقیقت اسی قرآن کے ذریعہ حاصل کی۔ اور اسی دین کے اندر اس کو یہ متاع گراں مایہ ملی۔ یہودیوں نے اپنے مذہب میں بہت سی سختیوں کو رواج دیا۔ اور ایسی بدعتیں ایجاد کیں۔ جن کا اصل دین سے کوئی تعلق نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے نفس پر سختی کی اور اس کو تکلیف میں ڈالا۔ عیسائیوں نے بھی اسی طرح کا عمل جاری رکھا۔ چنانچہ ان کی زندگی مشقت، بدبختی، تنگی، اور ہر قسم کے شر وفساد کا مجموعہ تھی، لیکن قرآن کریم جب نازل ہوا اور رسول انسانیت تشریف لائے اور مذہب اسلام کا سورج

طلوع ہوا تو رحمت ومحبت کی بارش ہوئی۔عفوودرگذر، شفقت ومہربانی، نرمی وسہولت اور فیاضی ودریادلی یہ ساری صفات انسانیت کے لئے ابر رحمت بن کر آئیں۔

اسلام ایک ایسی رحمت لے کر آیا جس کے ذریعہ پاکیزہ چیزیں حلال اور ناپاک اشیاء حرام قرار پائیں، اسلام ہی کے ذریعہ لوگوں کے گلوں میں پڑے ہوئے طوق نکال کر پھینک دیئے گئے۔اور قدیم مذاہب کے ماننے والے جن سختیوں اور زیادتیوں سے جاں بلب تھے وہ دور ہوئیں۔اسلام ایک ایسے آسمانی مذہب کی شکل آیا جس کی فطرت ہی نرمی اور رحمت اور عفوودرگذر تھی۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ”جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندگی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں، تو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں، اور ان کی مدد کرتے ہیں، اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔[سورہ اعراف: ۱۵۷]

قرآن کریم نسخہ شفا، وسیلہ ہدایت ورحمت اور ربانی نصیحتوں کا مجموعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو اس مقدس کتاب سے سرفراز کیا ہے، اور امت محمدیہ کو اس شرف سے ممتاز کیا ہے۔ترمذی شریف کی روایت ہے کہ ستر امتوں میں تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر اور معزز ہو، ہم اللہ کے نزدیک افضل ترین امت اور معزز ترین قوم ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ جنت میں ایک سوبیس درجے ہوں گے۔جن میں اس امت کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسی (۸۰) درجے ملیں گے۔ایک مرتبہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ اہل جنت میں تمہاری تعداد ایک چوتھائی ہو، صحابہ کرامؓ نے فرط مسرت میں نعرہ تکبیر بلند کیا، پھر فرمایا: کیا تم خوش نہیں ہو کہ اہل جنت میں تمہاری تعداد آدھی ہو؟ صحابہ کرامؓ نے نعرہ تکبیر بلند کیا، پھر فرمایا: تم

جنت میں دو تہائی رہو گے۔ صحابہ کرامؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، یقیناً یہ امت جنت میں اسی درجے حاصل کرنے والی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو یہ نعمت عطا فرمائے اور دوسری قومیں چالیس درجے حاصل کرنے والی ہوں گی۔

قرآن کریم کو اللہ رب العزت نے اس امت کے اعزاز و اکرام اور زندگی کے تمام میدانوں میں انسانیت کی رہنمائی کے لئے نازل فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک دلیل آ گئی ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف واضح نور کو اتارا ہے"۔ [سورہ نساء: ۴:۱۷۴]

قرآن کریم ایک عظیم دلیل ہے، اس میں مناظرہ اور مجادلہ کے تمام طریقے موجود ہیں، زندگی کے مختلف مراحل میں استعمال کیے جانے والے دلائل بھی ہیں، خواہ وہ عقیدہ کا باب ہو یا فقہی احکام کا، قرآن کریم میں ایسے عقلی دلائل موجود ہیں جن سے انسان روشنی حاصل کر کے اہل باطل سے بحث کر سکتا ہے اور ترکی بہ ترکی جواب دے سکتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: قرآن کریم میں ایسے معقول و منقول دلائل موجود ہیں جن سے اکثر لوگ ناواقف ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ منطق اور فلسفہ کا سہارا لیتے ہیں، تاکہ وہ عقیدہ کے مباحث کو ثابت کریں۔ بلاشبہ یہ ایک کھلی غلطی ہے اور واضح انحراف ہے، قرآن کریم میں صحیح عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے واضح نشانیاں موجود ہیں۔ یہ نشانیاں اللہ کے دین سے مدافعت اور گمراہوں کی گمراہی، جعلسازوں کی جعلسازی کو دور کرنے کا ذریعہ ہیں۔

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ اپنے غلام کے ساتھ صدقہ کے اونٹوں کا جائزہ لینے کے لئے نکلے جب ان کے غلام کو اونٹوں کی کثیر تعداد خوبصورت شکل میں نظر آئی تو اس نے کہا کہ کہئے اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے اور چاہئے کہ لوگ اس نعمت پر خوش ہوں حضرت عمرؓ نے اس سے کہا تم نے جھوٹی بات کہی، اللہ کے فضل و کرم کا اصل مصداق قرآن کریم ہے تو جس کو قرآن کریم کی دولت ملی ہو اس کو خوش ہونا چاہئے، کیونکہ وہ عظیم ترین نعمت ہے۔ اور بہترین ذخیرہ ہے۔ یعنی یہ قرآن دنیا اور اس کے اسباب سے بھی بہتر ہے، اسی وجہ

سے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے مسجد میں جا کر قرآن کریم کی ایک آیت سیکھی وہ اس کے لئے ایک عمدہ اونٹ سے بہتر ہے اور جس نے دو آیتیں سیکھیں وہ اس کے لئے دو اونٹوں سے بہتر ہے، اسی طرح تین اور چار آیتیں جس نے سیکھیں وہ اس کے لئے تین اور چار اونٹوں سے بہتر ہے۔ ہماری نظر میں کتاب اللہ کی ایک آیت انسان کے لئے کثیر مال واسباب سے بہتر چیز ہے۔ اس لئے کہ اللہ رب العزت قرآن کریم کے ہر حرف پر ایک نیکی عطا فرماتے ہیں اور یہ نیکی دس گنا ہوتی ہے اور سات سو گنا ہو جاتی ہے اور کبھی اس سے بھی زیادہ، الم ایک حرف نہیں ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے۔ ان حرفوں میں سے ہر حرف پر دس نیکیاں عطا کی جاتی ہیں، اس طرح الم میں تیس نیکیاں پنہاں ہیں، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں مزید خیر سے نوازتے ہیں اور خوب عطا کرتے ہیں۔

قرآن کریم اہل ایمان کے لئے نسخہ شفا، ذریعہ ہدایت اور باعث رحمت ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی قرآن کے ذریعہ صحابہ کرامؓ کو تاریکی سے روشنی کے طرف نکالا اور دشوار گزار راستوں کو ان کے لئے ہموار کیا، پھر صحابہ کرامؓ کی حالت یہ ہو گئی کہ جب وہ قرآن کو سنتے تو وہ اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتے، بعض صحابہ کرامؓ قرآن کی ایک آیت سنتے تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ قرآن کی ہر آیت پر رونے کی وجہ سے بمشکل قرآن کریم کی تلاوت کر پاتے تھے، حضرت عمرؓ ایک دن اپنے گھر سے نکلے اور ایک قاری کو سورۂ طور کی ابتدائی آیتیں تلاوت کرتے سنا کہ: ''یقیناً تمہارے رب کا عذاب ایک حقیقت ہے، اس کو دور کرنے والی کوئی چیز نہیں'' [آیت/ ۷، ۸] راوی کہتے ہیں: حضرت عمرؓ کھڑے نہیں رہ سکے، اپنے پیچھے ایک چٹان کا سہارا لیا اور رونے لگے، چلنا ان کے لئے مشکل ہو گیا، لوگوں نے ان کو اٹھا کر ان کے گھر پہونچایا اور کئی دنوں تک وہ اس سے متاثر رہے، لوگ ان کی عیادت کے لئے آتے رہے، لوگوں کا خیال تھا کہ وہ بیمار ہیں، لیکن وہ بیمار نہیں تھے، بلکہ قرآن کریم سے غایت درجہ متاثر ہوئے

تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا کہ: ’’جو بھی برا عمل کرے گا، اس کو اس کی سزا ملے گی‘‘۔ [سورۂ نساء/۱۲۳] حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ مجھے محسوس ہوا کہ میری پیٹھ میں ایک درد پیدا ہو گیا جو میری کمر کو توڑ رہا ہے۔

قرآن کریم نے صحابہ کرامؓ پر زبردست اثر ڈالا یہاں تک کہ ان کے دلوں سے ہمہ وقت شہد کی مکھی کی آواز کی طرح ایک آواز نکلتی تھی، قرآن کریم سے صحابہ کرامؓ کے آخری درجہ تک متاثر ہونے کی علامت یہ تھی کہ جب بھی کوئی آیت اترتی صحابہؓ اس کو سیکھتے اور اس کی تلاوت کرتے، اس کے معانی ومفاہیم کو سمجھتے، روایتوں میں آیا ہے کہ صحابہ کرامؓ پانچ آیتیں بغیر معنی ومطلب سمجھے ہوئے آگے نہیں بڑھتے تھے، بعض روایتوں میں دس آیتوں کی صراحت آئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے ایمان سیکھا، پھر قرآن سیکھا۔

یقیناً قرآن کریم ایک انقلابی کتاب ہے، اس نے صحابہ کرامؓ کے خیالات اور رجحانات میں زبردست تبدیلی پیدا کی، جس سے ان کے اخلاق یکسر بدل گئے، سخت دلی کے بجائے نرم دلی ان کا مزاج بن گئی، حضرت عمرؓ اسلام کے سخت ترین دشمن تھے، ابتدائے اسلام میں جو مسلمان ہوتے ان کو سخت ترین سزا دیتے تھے، صحابہ ان کے غیظ وغضب اور گرفت سے ڈرتے تھے، اسی وجہ سے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! دونوں عمروں (عمر بن خطاب، عمر بن عدي ابو جہل) کے ذریعہ اسلام کو تقویت عطا فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور عمر بن خطابؓ مشرف بہ اسلام ہو گئے، حضرت عمرؓ نے کیسے اسلام قبول کیا، کون سی چیز ان کے دل پر اثر انداز ہوئی کہ ان کا پتھر دل موم ہو گیا؟ انہوں نے جب قرآن کریم کی سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیتیں سنیں، تو ان سے اس قدر متاثر ہوئے کہ کلمہ حق کی گواہی دی اور حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

قرآن کریم کی ایک عجیب وغریب تاثیر ہے، جس سے ہر میدان میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے، صحابہ کرامؓ قرآن کی ہر ہر آیت پر پورے اہتمام سے عمل کرنے والے تھے، اس کے اوامر ونواہی کو پیش نظر رکھتے، ایک مرتبہ ایک شخص آیا اور حضرت عمرؓ سے سخت انداز

میں باتیں کرنے لگا، حضرت عمرؓ بھی غصہ ہوئے اور قریب تھا کہ پکڑ کر اس کی تنبیہ کرتے اسی اثنا میں ایک صحابیؓ نے سورۂ اعراف کی چند آیتیں یاد دلائی: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾. (معافی کو شیوہ بنایئے، نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے دور رہئے) اور کہا: اے امیر المؤمنین! یہ جاہل ہے، حضرت عمرؓ فوراً رک گئے، کیونکہ وہ قرآن کریم پر عمل کرنے والے تھے۔

صحابہ کرامؓ پر قرآن کریم کی اسی اثر انگیزی کا نتیجہ تھا کہ تیس سال سے بھی کم مدت میں انہوں نے دنیا کو فتح کر لیا، اور اللہ کے راستے میں پوری جرأت و پامردی کے ساتھ جنگ کی، نہ ان کے پاس اسباب حرب وضرب تھے، اور نہ جدید ٹکنالوجی، اللہ پر ایمان اور قرآن کی تعلیمات ہی ان کا اصل ہتھیار تھیں، اسی قرآن کے ذریعہ انہوں نے مشرق و مغرب میں اسلام کا علم بلند کیا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے اس نسل نو میں کیسے یہ عظیم انقلاب پیدا کیا کہ ان کو جہالت سے نکال کر روشنی میں داخل کیا، اور ان کے دامن کو برکتوں اور سعادتوں سے بھر دیا، جب کہ ہم بھی قرآن پڑھتے ہیں، لیکن ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوتی، قرآن وہی ہے جو صحابہ کرامؓ کے دور میں تھا، سینکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی اس میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی، اور اگر کوئی شخص اس قرآن میں تبدیلی کرنا چاہے تو بڑے لوگوں سے پہلے قوم کے بچے ہی اس پر اعتراض کریں گے، چنانچہ قرآن اپنی اصل صورت میں باقی ہے، اس نے صحابہ کرامؓ پر تو زبردست اثر ڈالا، ان کی کایا پلٹ دی، لیکن ہمارے درمیان افتراق وانتشار، تعصب اور دین کی عملی مخالفت روز افزوں بڑھ رہی ہے، ہم مسلمان افسوس ناک صورت حال سے دوچار ہیں، اسلام کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں نافذ نہیں کرتے، قرآن کا مطالبہ کچھ اور ہے اور ہمارے شب وروز کے معمولات شریعت مخالف، ایسا کیوں؟ جبکہ وہ قرآن جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا، ہمارے پاس موجود ہے، عمدہ طباعتوں کے ساتھ اور ہزار ہا ہزار کی

تعداد میں، دنیا کے ہر خطہ میں اس کے خوبصورت نسخے دستیاب ہیں، یہ سوال بڑا اہم ہے، اس کے کئی اسباب ہیں، لیکن میں یہاں صرف دو اسباب کا تذکرہ کررہا ہوں۔

پہلا سبب یہ ہے صحابہ کرامؓ نے قرآن کو عمل کرنے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اسے نافذ کرنے کے لئے سیکھا، جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی، فوراً اس پر عمل کرتے، ٹال مٹول، بے جا تاویل اور تحقیق ومراجعت کا سہارا نہیں لیا، قرآن کی ایک آیت سیکھی اور عمل کیا، کیوں کہ انہوں نے اللہ رب العزت کا یہ حکم پڑھ لیا تھا: ''اے لوگو! اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو''۔ [مائدہ:۹۲] چنانچہ جب انہوں نے قرآن کریم کی یہ آیت سنی: ﴿أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾. [بقرة:۲۷۵] (اللہ تعالی نے خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام) تو وہ سود خوری اور حرام مال کی لین دین سے باز رہے، شراب کے حرام کئے جانے کا واقعہ مشہور ہے، اللہ رب العزت نے یہ شراب یکبارگی حرام نہیں کی، بلکہ تدریجی طور پر اس کو حرام کیا، آخری آیت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ، إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلاَةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾. [مائدہ: ۹۰،۹۱] (اے ایمان والو! یقیناً شراب، جوا، بت اور شرکیہ تیر ناپاک شیطانی عمل ہیں، اس سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ، شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان پھوٹ اور عداوت ڈالے اور تم کو اللہ کے راستے سے روکے اور نماز سے باز رکھے، تو کیا تم باز رہتے ہو) صحابہ کرامؓ نے شراب کے سلسلہ میں جب یہ فیصلہ کن بیان سنا تو بے اختیار پکار اٹھے: ''ہم باز آگئے اے ہمارے رب! ہم باز آگئے''۔ جبکہ شراب کی محبت ان کی گھٹی میں پڑی تھی اور شراب سے ان کی دلچسپی کا حال یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی شخص کی وفات ہوجاتی تو پہلے سے اس کی وصیت ہوتی کہ اس کی قبر پر شراب انڈیلی جائے، لیکن قرآن کا مذکورہ حکم جب نازل ہوا تو یک لخت اس سے باز آگئے، روایتوں میں آتا ہے کہ مدینہ کی

گلیوں میں شراب کی نہریں جاری ہوگئیں صحابہ کرامؓ نے بلا تاخیر حکم قرآنی پر عمل کیا اور اس کو اپنی زندگیوں میں نافذ کیا۔

جب سورہ نور کی یہ آیت: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾. (اے نبی! مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں) نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ اپنی نگاہوں کی حفاظت بڑے اہتمام سے کرنے لگے، ایک مرتبہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! میں ایک اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں تھا، میں نے جرأت کر کے بوسہ بھی لے لیا، رسول اکرم ﷺ نے سکوت فرمایا، وہ بے قرار رہے، اپنی غلطی پر پشیمان اور نادم ہوئے، یہاں تک کہ قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾. [ھود:۱۱۴] (یقیناً نیکیاں برائیوں کو صاف کر دیتی ہیں، یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ اے مخاطب! جب تو قرآن کے ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ کا جملہ سن، تو گوش برآواز ہو جا، سماعت کو متوجہ کر لے، کیونکہ یا تو تمہیں کسی خیر کی تلقین کی جائے گی یا کسی برائی سے روکا جائے گا۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے یحیٰ! کتاب کو مضبوطی کے ساتھ لے لو''۔ کتاب کو مضبوطی کے ساتھ لینے کا مطلب اس پر بلا تاخیر عمل کرنا ہے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب آئے، ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی، رسول اللہ ﷺ سے مصافحہ کرنا چاہا آپ ﷺ نے بے رخی برتی، سوال کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سونا مردوں پر حرام کیا ہے، اتنا سننا تھا کہ انہوں نے انگوٹھی نکالی اور زمین پر ڈال دی اور کہا کہ یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔

صحابہ کرامؓ کے یہ دلکش نمونے قرآن کو عملی طور پر برتنے کے سلسلے میں تھے، اسی وجہ سے حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے: حامل قرآن اپنے شب و روز کے معمولات کی وجہ سے پہچان میں آجاتا ہے، غم کے موقع پر غم کا اظہار قرآن کی روشنی میں اور خوشی کے

موقع پرخوشی قرآن کی روشنی میں، اس پر قرآن میں عکس جمیل نمایاں نظر آتا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن کو براہ راست حاصل کیا، اس کی تفسیر بھی آپ ہی سے جانی، کیونکہ رسول پاک علیہ السلام کے اقوال واخلاق، سیرت وکردار قرآن کی عملی تفسیر تھے، اس کے علاوہ انہوں نے کسی نظریہ، فلسفہ کو قرآن میں کوئی جگہ نہیں دی، انھیں یقین تھا کہ قرآن ہی ہدایت کا سرچشمہ، نور کا منبع، فلاح وکامیابی کا دستور العمل ہے، دنیا میں اگر خیر وبرکت، نصرت الٰہی، اور تائید غیبی کا نزول ہوسکتا ہے تو اسی سرچشمہ سے، چنانچہ وہ قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوئے، اسی کو اپنے تمام مسائل کے حل کا ذریعہ سمجھا جاہلیت کے تمام نظام ہائے باطل سے دستبردار ہوگئے، ان کے دل قرآن اور اسکی شرح سنت سے آباد تھے، پھر کیا ہوا؟ قرآن نے ان کے دلوں میں علوم ومعارف کی آبیاری کی، اخلاق فاضلہ کو پروان چڑھایا اور ہر موقع کی ہدایات سے سرفراز کیا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''المص، یہ کتاب آپکی طرف اتاری گئی ہے، آپ اپنے دل میں ذرا بھی تنگی نہ محسوس کیجئے، اس کے ذریعہ لوگوں کو ڈرائیے، یہ ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے۔ لوگو! تمہارے رب کی طرف سے جو نظام آیا ہے اس کو مانو، اس کے علاوہ کسی نظام کو قابل اعتنا نہ سمجھو، تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو''۔

صحابہ کرامؓ نے اس سرچشمہ سے کسب فیض کیا، ان کے استفادہ کا مدار قرآن تھا، کیونکہ انہیں احساس تھا کہ قرآن ہی علوم ومعارف اور اخلاق وعقائد کا خزینہ ہے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، ان کے ہاتھ میں تورات کا ایک صفحہ تھا ،، حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھ کر خوش ہوں گے، لیکن ایسا نہیں ہوا، رسول اللہ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر آج حضرت موسیٰؑ ہوتے تو ان کو بھی اس کتاب (قرآن مجید) کی اطاعت کرنی پڑتی۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم قرآن کے ساتھ دوسرے علوم ومعارف کو جوڑتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان میں بھی ہدایت کے اسباب موجود ہیں، اس کا اثر یہ ہوا کہ

قرآن کی وہ تاثیر ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں رہی اور ہمارے دل اسکی عظمت سے خالی ہو گئے۔اس وقت روشن خیال لوگوں کا حال یہ ہے کہ باطل نظریات وافکار سے متاثر ہو رہے ہیں، اور بہت سے نام نہاد لوگوں کے بارے میں یہ تصور رکھتے ہیں کہ وہی اہل تقویٰ اور اہل صلاح ہیں،ان سے متاثر نظر آتے ہیں، بہت سے چینل سے بھی متاثر ہیں اور اس میں خیر کو محدود مانتے ہیں، انٹرنیٹ کی مختلف سائٹس کو بھی غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں، اور ان کو بہتر سمجھتے ہیں، جبکہ ان کے مضر اثرات ذہن ودماغ اور افکار ونظریات پر پڑ رہے ہیں، بعض کا حال یہ ہے کہ مغربی تہذیب کو آئیڈیل تہذیب مانتے ہیں، اس کا دم بھرتے ہیں، اس پر جان نچھاور کرتے ہیں اور قرآن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور اگر قرآن پڑھتے بھی ہیں تو محض برکت کے لئے ،بعض افراد تو صرف جمعہ کے دن قرآن پڑھتے ہیں یا رمضان میں اور بعض صرف خاص مواقع پر اس کو سنتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ قرآن ایک ضابطہ حیات ہے،اور قرآن خیر وبرکت کا سرچشمہ ہے، یہ وہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے ہم قرآن سے کما حقہ استفادہ نہیں کر پا رہے ہیں اور نہ قرآن ہم پر اثر انداز ہو رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی توفیق سے نوازیں ہمیں صدق واخلاص کی دولت سے سرفراز فرمائیں اور قرآنی برکات وفتوحات سے مالا مال فرمائیں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلیٰ آله وأصحابه أجمعین.

سیرت رسول اکرمؐ اور امن عالم

الحمد لله رب العالمین و صلی الله و سلم و بارك علیٰ نبینا محمد وعلیٰ آله و ذریاته الطیبین الطاهرین و سائر صحابته الکرام الأبرار الأطهار و التابعین لهم بإحسان إلی یوم الدین أما بعد!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معزز برادران اسلام، علماء عظام اور مشائخ ذی احترام!

سیرت رسول اکرمؐ اور امن عالم کانفرنس میں شرکت سے بہت خوش ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے یہ موقع عنایت فرمایا اور اس سلسلے میں پیش آنے والی ساری دشواریوں کو دور فرما دیا، یہاں تک کہ ہم اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔

معزز حاضرین! یہ محض اللہ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے اسی کے ساتھ میں شکر گزار ہوں ان تمام حضرات کا جنہوں نے اتنے عظیم جلسے میں حاضر ہونے کا موقع فراہم کیا، خاص طور سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء اور جناب مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، مولانا سید سلمان حسینی ندوی، مولانا خالد رشید فرنگی محلی امام عیدگاہ، ان تمام حضرات کا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی کوششوں سے یہاں آنا آسان ہوا۔ اسی کے ساتھ خادم الحرمین شریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز وفقہ اللہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے لکھنؤ کے اس سفر کو منظور فرمایا۔ سعودی سفارت خانے نئی دہلی بالخصوص سفیر محترم اور برادرم شیخ احمد رومی کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے تمام رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے اس سفر کو آسان بنایا۔ حکومت ہند اور خاص طور سے اتر پردیش حکومت بھی شکریے کی مستحق

ہے جس نے عزت وتکریم میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔

معزز حاضرین! اس وقت ہم سیرت نبویؐ اور امن عالم کانفرنس میں شریک ہیں، سیرت کا موضوع دلکش اور دلربا ہے، دلوں کو اس سے راحت حاصل ہوتی ہے اور عقل کو سکون ملتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو؟ جبکہ یہ موضوع اس عظیم محبوب اور برگزیدہ شخصیت سے متعلق ہے جن کو اللہ رب العزت نے دنیائے انسانیت کے لیے رہنما، بشارت دینے والا، ڈرانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ عرب وعجم کے نبی، رسولوں کے امام، انبیاء، اولیاء اور صلحاء کے سردار بلکہ پوری انسانیت کے سردار ہیں۔ وہ رسول پاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو انسانوں میں سب سے معزز، سب سے افضل اور سب سے عظیم ہیں۔ اللہ رب العزت نے آپ سے زیادہ عظیم شخصیت کو وجود ہی نہیں بخشا، صلی اللہ علیہ وسلم۔

برادران اسلام! سیرت نبویؐ کا موضوع علوم اسلامیہ میں اہم ترین موضوع شمار کیا جاتا ہے، جس نے سیرت کا مطالعہ نہیں کیا اس سے علم کا ایک بہت بڑا حصہ چھوٹ گیا بلکہ دین کا فہم وادراک اسی سیرت پر موقوف ہے، دین کو مکمل شکل میں اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے ہیں جب تک ہم سیرت نبویؐ کا گہرا مطالعہ نہ کرلیں اور اس کی جزئیات، اس کی تفصیلات، اس کے رموز واسرار اور اس میں پنہاں باریکیوں پر مکمل دسترس نہ حاصل کرلیں۔ اسی وجہ سے علمائے کرام نے اس موضوع پر بہت زیادہ توجہ کی، سیرت نبویؐ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ولادت سے لے کر وفات تک کی زندگی کا جامع بیان ہے، آپؐ کی زندگی کی تفصیلات کا نمایاں عنوان ہے، یہاں تک کہ آپؐ کی ولادت سے پیشتر عربوں کے حالات کا مکمل تذکرہ بھی اس کا ایک اہم جزء ہے۔ اس زمانے کے لوگوں کے سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حالات کیسے تھے؟، سیرت نبویؐ سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی ولادت کب ہوئی، کہاں آپؐ نے پرورش پائی، کہاں جوانی اور اس کے بعد کا مرحلہ گزارا، آپؐ کے اہل خانہ، آپؐ کی ازواج مطہرات، آپؐ کی آل

واولاد میں کون سے افراد ہیں، کن جنگوں میں آپؐ نے شرکت کی، آپؐ کا انتقال کب ہوا، آپؐ کا لباس کیسا تھا، آپؐ کیا کھاتے تھے، کیا پیتے تھے، لباس اور سواری کیسی تھی، آپؐ کی پسندیدہ چیز کیا تھی، آپؐ کے جوتے اور آپؐ کے بال کیسے تھے، آپؐ کے چہرۂ انور، آپؐ کے ہاتھ، آپؐ کے پاؤں اور آپؐ کے سینہ مبارک کی ساخت کیا تھی؟ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم سیرت رسولؐ کو اسی طرح سیکھتے تھے جس طرح قرآن کریم کی سورتیں سیکھتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کا معمول یہ تھا کہ سیرت کے ایک ایک پہلو کا بغور مطالعہ کرتے اور اس کی نقل کرتے تھے۔ امام زہریؒ (مشہور محدث) فرماتے ہیں کہ سیرت میں دنیا و آخرت کا علم موجود ہے۔ اسماعیل بن محمد بن سعد بن اُبی وقاص فرماتے ہیں کہ ہمارے والد محترم ہم کو سیرت نبویؐ کا درس دیتے تھے اور ایک ایک پہلو کو شمار کراتے تھے اور فرماتے تھے یہ تمہارے آباء واجداد کے کارنامے ہیں ان کو ضائع نہ کرنا۔

برادران محترم! مطالعۂ سیرت کا اہتمام علماء، دعاۃ اور مصلحین کی اہم ترین ذمہ داری ہے، چہ جائیکہ عوام الناس، سیرت کا مطالعہ ہم کیوں کریں؟ اس کے بہت سے مقاصد ہیں، چند مقاصد کا تذکرہ ہم کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر مسلمان سے اس بات کا مطالبہ ہے کہ وہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنا نمونہ بنائے، آپؐ ہی کی ذات سے روشنی حاصل کرے، یہ صفت بغیر مطالعہ سیرت کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے، اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دین پر ایمان رکھتا ہو، اور اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرتا ہو، اس کے ذریعے ہم محبت رسول کو نہ صرف حاصل کریں گے بلکہ اس کے مطابق عمل بھی کریں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ جو بھی عقیدت ومحبت سے سیرت کا مطالعہ کرے گا اور سیرت کی تفصیلات معلوم کرے گا تو وہ ضرور بالضرور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا۔ کیونکہ آپؐ کی سیرت میں تابناک نمونے اور عظیم تعلیمات موجود ہیں۔ اس میں ایسے اخلاق ہیں جو آپؐ ہی کا خاصہ ہیں، سیرت نبویؐ میں ان حضرات کی بھی پوری

تفصیل موجود ہے جو ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارۂ ابرو کے پابند رہتے تھے، دنیا ان کو صحابہ کرامؓ کے نام سے جانتی ہے۔ ایسی بے مثال نسل اور ایسی عدیم النظیر امت صبح قیامت تک نہ پیدا ہوگی۔ سیرت کے مطالعے سے ہمیں صحابہ کرامؓ کے حالات کا علم ہوتا ہے تو ان کی محبت ہمارے دلوں میں موجزن ہوتی ہے رضی اللہ عنهم و أرضاه.

ایک داعی سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد طریقوں سے استفادہ کرسکتا ہے۔ اسلوب دعوت، وسائل دعوت، تاریخ دعوت اور وہ مفید تجربات جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتی زندگی کا جزء ہیں۔ ایک مربی اور مصلح سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم و تربیت کے وہ حیرت انگیز حقائق اخذ کرسکتا ہے جن کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ سیرت نبوی میں ایسے افکار اور نظریات موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی در پر کاسۂ گدائی کی ضرورت نہیں، قوم کی تربیت کرنے والے افراد کا یہ فریضہ ہے کہ وہ تربیت کے نبوی اصول کا مطالعہ کریں اور اسی کی روشنی میں اپنے تربیتی مشن کو جاری رکھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ تربیت کی کئی بنیادیں ہیں۔ اہم ترین بنیاد یہ ہے کہ آپؐ نمونے کے ذریعے تربیت فرمایا کرتے تھے، آپؐ کی ذات پاک صحابہ کرامؓ کیلئے نمونہ مجسم تھی، آپؐ کے اخلاق قرآن مجید کا عکس جمیل تھے، آپؐ چلتے پھرتے قرآن تھے، جب صحابہ کرامؓ کو کسی بات کا حکم دیتے تو پہلے خود عمل کرتے اور جب ان کو کسی بات سے منع کرتے تو پہلے خود اس سے باز رہتے۔ نمونے کے ذریعہ آپؐ کی تربیت ایسی مؤثر تھی کہ صحابہ کرامؓ کی زندگیاں بدل گئیں، دین سے ان کا تعلق مضبوط تر ہوگیا، ایمانی اخوت کو فروغ ملا اور باغ نبوت کے ایسے پاکیزہ پھل وجود میں آئے جن پر تاریخ انسانیت بھی حیران و ششدر رہے۔

معزز حاضرین! آپ کو معلوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینے کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں آپؐ نے قیام کیا تو مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) کا نظام قائم فرمایا، چنانچہ اخوت، قربانی اور ایثار کے ایسے نمونے سامنے آئے جو ناقابل بیان ہیں، ایک انصاری ایک مہاجر کے پاس آتا اور کہتا

کہ یہ میرا مال ہے، میں اسے اپنے اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں اس میں نصف حصہ تمہارا، اور نصف حصہ ہمارا ہے، مزید کہتا کہ میری دو بیویاں ہیں، جس کو چاہو پسند کرلو میں تمہاری خاطر اس سے دستبردار ہوتا ہوں۔

یہ اخوت و مساوات کے وہ تابناک نمونے ہیں جن کا مدینے کے معاشرے میں امن وامان قائم کرنے میں بڑا حصہ تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اسی نہج پر تربیت فرمائی تھی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوپر اپنے احسانات کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ٹولیوں میں نہ بٹو اور اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان الفت و محبت ڈال دی اسی کے احسان سے تم بھائی بھائی ہو گئے اور تم جہنم میں گرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے بچالیا۔ (سورہ آل عمران: ۱۰۳)

تربیت نبوی کے نمایاں انداز میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے اپنی دعوت و تربیت کی بنیاد عقیدۂ توحید کو بنایا، یعنی اللہ تعالی کو ایک ماننا۔ امت جب بھی اس نسخہ کو آزمائے گی تو اس کا دامن برکتوں، رحمتوں اور غیر معمولی خیر سے بھر جائے گا، اطمینان و سکون، اور سعادت و نیک بختی اس کا مقدر ہوگی۔ اسی وجہ سے رسول پاک علیہ السلام نے توحید ہی کو دعوت کا محور، بنیاد اور اول و آخر مرکز قرار دیا۔ ۱۳ سال مکہ مکرمہ میں رہے، لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہے، اسی ہی سے لولگانے کی تلقین کرتے رہے، شرک و بت پرستی سے کنارہ کشی پر ابھارتے رہے،، مدینہ منورہ کے دوران قیام اس کی صدا مکرر انداز میں لگائی ،تاحیات اسی پر قائم رہے، یہاں تک کہ آپؐ کے وصال کا واقعہ پیش آیا۔

ایک شوہر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حق زوجیت کا اعلیٰ نمونہ پاسکتا ہے، دنیائے انسانیت نے آپؐ جیسا مہربان، محبت کرنے والا، شفقت کا معاملہ فرمانے والا، بیویوں سے اچھا برتاؤ کرنے والا شوہر نہیں دیکھا۔ آپؐ کی ۱۱ بیویاں تھیں، جب آپؐ کا انتقال ہوا تو ۹ باحیات تھیں۔ یہ ازواج مطہرات غایت درجہ تعلق رکھتی تھیں، ایسا کیوں؟ یہ صرف آپؐ کے اخلاق عالیہ، کرم گستری، جود و سخا، عفو و درگزر، محبت و شفقت

کا مظہر تھا۔ انہی اوصاف کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے مابین الفت ومحبت کا معاملہ کیا کرتے تھے، بیویوں کے شوہر اگر سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ان تابناک نمونوں کو دیکھیں گے تو ضرور بالضرور ان کے دل آپ کی محبت و عقیدت سے لبریز ہو جائیں گے اور آپ کی پیروی کو ایک قابل فخر عمل تصور کریں گے ایک باپ جس کے ذمے اپنے بیٹوں کی تربیت ہے سیرت رسول کے اندر تربیت اولاد کے عظیم نمونے پائے گا، اس کی بہت سی مثالیں ہیں لیکن قلت وقت ان کے پیش کرنے سے مانع ہے۔ میں یہاں پر چند اشارے کر رہا ہوں تاکہ مطالعۂ سیرت کا شوق پیدا ہو اور لوگوں کو یہ نمونے مکمل وجامع شکل میں سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر مل جائیں۔

ایک جنگجو سیرت رسول میں جنگ وجدال کا ایسا منظّم نظام پائے گا جو آپ کی جنگی مہارت کا غماز ہوگا۔ آپ کا انداز فوجیوں کی تربیت کے سلسلے میں بالکل نرالا تھا، جنگ وامن کی حکمت عملی بھی انوکھی تھی، بذات خود آپ جنگوں میں ایسی قیادت کرتے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے کسی ترقی یافتہ ادارے میں عسکری تربیت حاصل کی ہو، جبکہ صورتحال اس کے برخلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے معلم ہیں۔ ایک جنرل آپ کی زندگی میں فوجی قیادت کے تمام اوصاف حاصل کرسکتا ہے۔ ایک سیاست داں سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سیاسی بصیرت، انتظامی مہارت کے ایسے نمونے پائے گا جو اس کو حیران وششدر کر دیں گے۔ سیرت نبوی میں مخالفین کے ساتھ معاملات کے سارے آداب ہیں، آپ مشہور منافق عبداللہ ابن ابی کے ساتھ کیسا اچھا برتاؤ کرتے تھے جبکہ اس کی دشمنی اور اذیت رسانی واضح تھی لیکن آپ اس پر صبر کرتے تھے۔ علمائے کرام سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں پوری تفصیل وتشریح پائیں گے، سیرت قرآن کی عملی شکل ہے۔ سیرت میں شان نزول، ناسخ ومنسوخ، مکی ومدنی، عام وخاص، مطلق ومقید کی تفصیلات موجود ہیں۔ سیرت کے ہی ذریعہ وہ قرآن کی صحیح تشریح کر سکتے ہیں۔ تجارت پیشہ افراد، مالدار اور سرمایہ داروں کے لیے بھی سیرت رسول میں مکمل رہنمائی موجود ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا برپا کیا ہوا اقتصادی نظام ایسا مکمل اور جامع

ہے جس سے معاشرے کے ہر فرد کو اس کا حق ملتا ہے۔ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقیات کے اصول بھی مکمل شکل میں موجود ہیں، تواضع و انکساری، کبر و غرور، حسد و بغض، درشت خوئی سے اجتناب سے متعلق تعلیمات بھی سیرت نبویؐ کا اہم حصہ ہیں۔ اس میں محبت و شفقت، امن و امان، عفو و درگزر کی پوری جلوہ گری ہے، آپؐ کی سیرت اخلاق عالیہ کا جامع مرقع ہے، علماء سیرت نبویؐ میں مختلف میدانوں میں کمال و مہارت حاصل کرنے اور زوال و ادبار سے نکلنے کے اسباب بھی نکال سکتے ہیں، انہیں اسلامی حکومت کے قیام کے بنیادی عناصر بھی مل سکتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ تاریخ انسانیت میں قوموں کو زوال و انحطاط کے قعر مذلت میں کیوں جانا پڑا؟ وہ سیرت نبویؐ سے ہر خیر و اجتماعیت اور فن کے سرچشمے تلاش کر سکتے ہیں، مسلمان سیرت نبویؐ سے حسن انتظام اور مستقبل کے لیے اچھے لائحہ عمل کو دریافت کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل کے سلسلہ میں بہترین منصوبہ بندی کرنے والے اور حسن انتظام پر لوگوں کو ابھارنے والے تھے۔ ہجرت نبویؐ سے بڑھ کر اس کی کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ اگر ہم ہجرت نبویؐ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ آپؐ نے اس کے لیے کیسی زبردست منصوبہ بندی کی، پروگرام بنائے، لائحہ عمل طے کیا اور پھر ہجرت کی، دوران ہجرت آپؐ کی منصوبہ بندی کے بہترین نتائج سامنے آئے۔

سیرت نبویؐ ایک حسین گلدستہ ہے جس میں نوع بنوع کے پھول کھلے ہوئے ہیں، زندگی کے تمام مسائل کا حل اس میں موجود ہے، خواہ وہ سیاسی ہوں یا اقتصادی، فکری ہوں یا ثقافتی، تجارتی ہوں یا خاندانی، اجتماعی ہو یا انفرادی، سیرت نبویؐ میں اس طرح کے حالات کے لیے مکمل ہدایات موجود ہیں۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ سیرت نبویؐ کا علوم اسلامیہ میں ایک اہم مقام ہے، یہ بالکل جائز نہیں کہ مسلمان اس کو پس پشت ڈال دیں اور اگر پڑھیں تو صرف برکت کے لیے پڑھیں، ہرگز ایسا نہیں! اس کو ایک زندہ اور زندگی سے لبریز کتاب کی حیثیت سے پڑھیں گے تو امام زہریؒ کا مذکورہ بالا جملہ مبنی بر حقیقت ہوگا کہ سیرت نبوی میں دنیا و آخرت کا پورا علم موجود ہے۔ سیرت کا اصل حق یہ ہے کہ ہم

اس کو پڑھیں اور اس کے اندر غور وخوض کریں اس کو یاد کریں، اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھیں اور اپنی زندگی اور معاشرے میں اس کو رواج دیں، اس کی حکمتوں ، دوررس نتائج، عظیم استدلالات، علوم ومعارف، حسن انتظام، حسن منصوبہ بندی، مفید تجربات کو جانیں اور اپنے دعوتی نظام میں ان سے کسب فیض کریں، اپنے اصلاحی طریقۂ کار میں اس کو جاری کریں، اپنے مدارس اور جامعات میں اور لوگوں کے ساتھ اپنے برتاؤ میں بلکہ زندگی کے ہر ہر گوشے میں اس کو نافذ کریں۔

سیرت نبویؐ میں غیر مسلموں کے ساتھ معاملات کے بھی آداب موجود ہیں، یہ پہلو امن وامان کے قیام میں بہت ہی مؤثر ہے۔رسول پاکؐ نے اپنی زندگی میں اور صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی وفات کے بعد انہی اصولوں پر عمل کیا اور جب سے مسلمانوں نے ان اصولوں سے روگردانی کی امت میں انتشار و افتراق کو ہوا ملی اور ایسے بھیانک نتائج سامنے آئے جو نا قابل بیان ہیں۔ میں اس وقت سیرت کے حوالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کا تذکرہ کررہا ہوں۔

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ ان کو اختیار دیا کہ وہ اپنی مرضی سے اسلام کو قبول کریں، کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ سیرت میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ حضرت عمرؓ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ انہوں نے بخوشی اور اپنے نفس کی آمادگی سے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مکہ کے قبائل میں دعوت کے لیے تشریف لے جاتے تو ان کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کرتے تھے بلکہ واضح انداز میں دعوت کو پیش کر دیتے تھے اور کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے تبلیغ اسلام کے لیے مبعوث کیا ہے۔

(۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی غیر مسلم کو قولی یا عملی تکلیف نہیں دی اور دارالاسلام میں رہنے والے غیر مسلموں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کو بھی حرام قرار دیا۔ صحیح بخاری میں رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے مروی ہے کہ جو کسی ذمی (غیر مسلم

معاہدے والا) کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا گویا جنت ایسے شخص پر حرام ہے جو کسی معاہد، ذمی یا جو یائے امن کو ناحق قتل کرے اور جو مسلم ممالک میں زندگی گزارنے والی اقلیتوں کو ایذا پہنچائے، نہ زبانی نہ عملی۔

سیرت نبویؐ کا ایک واقعہ ہے کہ کسریٰ پرویز کے قاصد جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا خط لے کر آئے اور بہت سخت انداز میں کلام کیا تو آپؐ نے ان کو دیکھا اور فرمایا کہ خدا کی قسم اگر قاصدوں کے قتل کیے جانے کی ممانعت نہ ہوتی تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسلم ممالک میں رہنے والے غیر مسلم افراد کے ساتھ کسی طرح کی اذیت رسانی صحیح نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی دریا دلی کی وجہ سے اسلام گوشے گوشے میں پھیلا اور امن کی فضا قائم ہوئی۔

(۳) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے غیر مسلموں کے ساتھ میانہ روی، حسن سلوک اور جود وسخا اور اکرم واحترام کا معاملہ کرنے کی تلقین کی ہے، جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم نہیں کیا۔ اگر ہمارے پڑوس میں یا ہمارے معاشرے میں کوئی کافر اور مشرک ہو اور وہ مسلمانوں کا مخالف بھی نہ ہو تو ہمارا اسلامی فریضہ ہے کہ اس کے ساتھ اچھا معاملہ کریں، نرمی کے ساتھ پیش آئیں، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآن کریم میں آیا ہے جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ، بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائیاں لڑیں اور تمہیں ملک سے نکال دیا اور نکالنے والوں کی مدد کی جو لوگ ایسے کافروں سے محبت کریں گے وہ ظالم ہیں۔ (ممتحنہ:۸-۹)

سیرت رسولؐ میں ہے کہ حضرت ابوسفیان حالت شرک میں ایک مرتبہ اپنی صاحبزادی ام حبیبہؓ (زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کے لیے تشریف لائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو ام حبیبہؓ نے منع کر دیا۔ اس عمل سے

ابوسفیان ناراض ہوئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی آپؐ نے ام حبیبہؓ سے کہا کہ ان کے ساتھ اچھا معاملہ کریں اگر چہ وہ مشرک ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا مسئلہ دریافت کیا (جبکہ ان کی والدہ مشرک تھیں) تو آپؐ نے انہیں والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا۔

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر مذاہب (یہود ونصاریٰ) کے ماننے والوں کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے سے بھی منع فرمایا ہے، یہ بالکل جائز نہیں کہ مسلمان ان عبادت گاہوں کو منہدم کریں یا مسمار کریں جو اسلام کی آمد سے پہلے سے ہی موجود ہیں، یہ اسلام کی رواداری اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دریا دلی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اپنے کمانڈر سے کہا کرتے تھے کہ تم دوران جہاد ایسی عبادت گاہوں سے گزرو گے جن میں کچھ غیر مسلم عبادت وریاضت کرنے والے افراد ہوں گے ان سے ذرا بھی چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔

(۵) حالت جنگ میں مشرکوں کے بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور مریضوں کو نقصان پہنچانے کی شریعت اسلام میں ممانعت ہے اور مشرکوں کے مردہ جسموں کو بگاڑنا، جانوروں کو مارنا، درختوں کو کاٹنا ممنوع ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں اس کی وضاحت فرمائی ہے، یہاں تک کہ اس شخص کے قتل کرنے کو حرام قرار دیا ہے جو حالت جنگ میں امن کا خواہاں ہو، ہتھیار رکھ چکا ہو اور کلمۂ اسلام زبان سے ادا کر رہا ہو۔

(۶) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف کی ترغیب دی ہے اور ان پر ظلم کرنے اور ان کے حقوق کو پامال کرنے سے منع فرمایا ہے، یہاں تک کہ ان کے مال کو ہڑپنا، چوری کرنا، لوٹنا، ان کی عورتوں، بچوں اور بچیوں کو چھیڑنا بھی ممنوع ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ غیر مسلم ہونے کے ناطے ہم اس کو مار سکتے ہیں اور اس پر زیادتی کر سکتے ہیں یہ بالکل جائز نہیں ہے، بلکہ اسلام کا مطالبہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ اچھا معاملہ کریں۔ قرآن کریم میں آیا ہے اے ایمان والو تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں عدل کے

خلاف کرنے پر آمادہ نہ کرے، عدل کیا کرو، وہ پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تمہارے اعمال سے زیادہ باخبر ہے۔ (سورہ مائدہ: ۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کے دوران قیام یہود و نصاریٰ کے ساتھ رواداری اور محبت کے دل کش نمونے پیش کیے۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ کا پڑوسی یہودی تھا اور وہ آپ کو ہدیے پیش کیا کرتا تھا اور دعوتوں میں آپ کو مدعو کیا کرتا تھا چنانچہ آپؐ اس کی دعوتیں قبول کرتے تھے اور بارہا اس کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپؐ نے مسجد نبوی میں انہیں داخل ہونے کی اجازت دی اور ان کے اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، یہ اسلام کی رواداری کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ دین اسلام دہشت اور نفرت کا دین ہے، کہاں ہیں وہ لوگ جو اس کا دعویٰ کرتے ہیں کہ دین اسلام ناپسندیدگی کو فروغ دیتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین محبت، رواداری، رحمت، امن وسلامتی کے اعلیٰ نمونے پیش کرتا ہے۔

(۸) رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا قیدیوں کے ساتھ معاملہ عجیب وغریب تھا۔ آپؐ ان کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے۔ غزوۂ بدر کے بعد بہت سے قیدی ہاتھ آئے تو مسلمانوں نے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا، ان کے فدیہ کی یہ شرط لگائی کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں جب وہ دس مسلمان بچوں کو کچھ تعلیم دے کر فارغ ہوتے تو ان کو آزاد کر دیا جاتا۔ سہیل بن عمرو اسلام و مسلمانوں کے خلاف دشنام طرازی کیا کرتا تھا بعض صحابہؓ نے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے کہا کہ اس کے سامنے کے دانت نکلوا دیے جائیں تو آپؐ نے اس کو ناپسند کیا۔ بنو مصطلق کے قیدیوں کے ساتھ رسول اکرمؐ کا معاملہ بھی عجیب ہے، آپؐ نے ان کو چھوڑنا اور رہا کرنا چاہا، اسی موقع پر رسول اکرمؐ کا نکاح بنو مصطلق کی ایک خاتون سے ہوا، صحابہ کرامؓ کو جب اس کا علم ہوا، انہوں نے قیدیوں کو آزاد کر دیا اور راہ خدا میں چھوڑ دیا۔ فتح مکہ کا واقعہ ہر شخص کے سامنے ہے، سارے مجرم آپؐ کی دسترس میں ہیں، آپؐ اگر چاہتے تو ان سے انتقام لیتے لیکن

آپؐ نے فرمایا کہ جاؤتم آزاد ہو۔

محترم سامعین! سیرت نبوی میں غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کے بہت سے واقعات موجود ہیں، یہ واقعات امن وامان اور عالمی سلامتی کے ضامن ہیں، رسول اکرمؐ نے انہی واقعات کے ذریعہ امت میں انقلاب برپا کیا، ایک ایسا انقلاب جو فکر وتخیل، عادات واطوار سب پر محیط تھا۔ صحابہ کرامؓ آپؐ سے غایت درجہ محبت کرتے تھے اور آپ کا احترام کرتے تھے۔ نبی پاک کو اللہ تعالیٰ نے حیات انسانی کے تمام پہلوؤں میں کمال عطا فرمایا تھا۔ آپ علم، عقل، اخلاق، ظاہر وباطنی احوال اور معاملات میں کامل تھے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ اپنی جانوں، اپنے مال، اپنی آل واولاد پر آپ کو ترجیح دیتے تھے، رسول اکرمؐ سے زیادہ محبوب کوئی ان کی نگاہ میں نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ذات سے محبت وعقیدت کے ایسے واقعات رونما ہوئے جو تاریخ کا سنہرا باب ہیں، اور ناممکن ہے کہ اس طرح کے واقعات صدیوں میں ظاہر ہوں، صحابہ کرامؓ کی یہ عجیب وغریب محبت ہمارے لیے حیرت واستعجاب کا باعث ہے، لیکن اگر ہم آپؐ کی کامل ومکمل شخصیت پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی سیرت مجسم کا بغور مطالعہ کیا، پڑھا اور سمجھا، اور اس کے مباحث کو یاد کیا، یہاں تک کہ ان کی حالت ایسی ہوگئی کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے رسول پاک کو دیکھ رہے تھے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میری نگاہ میں رسول اکرمؐ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا، اور میں آپؐ کے رعب کی وجہ سے آپ کو نگاہ بھر کر دیکھ نہیں پاتا تھا، اگر مجھ سے آپ کا سراپا بیان کرنے کہا جائے تو میں ایسا نہیں کرسکتا، کیونکہ میرے اندر آپ کو پورے طور پر دیکھنے کی تاب نہیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول پاکؐ مہاجر وانصار کے مجمع میں آتے تھے، حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ تشریف فرما ہوتے تھے، لیکن کوئی مارے ہیبت کے آپؐ کی طرف نگاہ اٹھا کے دیکھتا نہیں تھا۔ حضرت اسامہ بن شریکؓ کہتے ہیں میں رسول اکرمؐ کے پاس آیا، صحابہ کرامؓ آپؐ کے پاس اس طرح مؤدب بیٹھے تھے جیسے سب کے سروں پر پرندے ہوں، جب آپ کلام فرماتے تو وہ احترام میں اپنے سروں کو جھکا لیتے۔ صلح حدیبیہ کے

موقع پر عروہ ابن مسعود نے جس وقت صحابہ کرامؓ کی تعظیم واحترام کو دیکھا تو قریش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے قریش! میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں بارہا گیا ہوں، خدا کی قسم میں نے کسی کو اس طرح تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح (حضرت) محمدؐ کے ساتھی (حضرت) محمدؐ کی تعظیم کرتے ہیں، جب آپؐ کا لعاب گرتا تو اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتے ہیں، اور جب آپ حکم دیتے ہیں تو حکم کی فوراً تعمیل کرتے ہیں، اور جب آپؐ وضو کرتے ہیں تو وہ استعمال شدہ وضو کے پانی کو لینے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں، اور جب آپؐ کلام کرتے ہیں تو (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اپنی آواز پست رکھتے ہیں، تعظیم واحترام کی وجہ سے نگاہ بھر کر دیکھتے نہیں ہیں، اور آپؐ کی ہیبت ان پر طاری ہو جاتی ہے۔ غایت ادب سے آپؐ کے گھر کے دروازے پر ناخنوں سے دستک دیتے تھے۔ تاکہ آپؐ کے آرام میں خلل نہ پڑے۔ محمد بن اسحاق نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے کہ ایک انصاریہ عورت جس کے باپ، بھائی اور شوہر غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے، وہ بڑی بے قراری کے ساتھ رسول اکرمؐ کے بارے میں پوچھ رہی تھی کہ وہ کیسے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ تمہارے باپ اور بھائی اور شوہر شہید ہو گئے وہ کہتی تھی کہ رسول اکرمؐ کیسے ہیں، جب اسے بتایا گیا کہ بہتر ہیں تب اس نے کہا کہ جب تک میں آپؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں لوں گی، اس وقت مجھے اطمینان نہیں ہوگا، چنانچہ جب اس نے دیکھ لیا تو کہا کہ ہر مصیبت آپؐ کے بعد ہیچ ہے۔ شاعر نے کہا ہے:

باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے نبی تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کو رسول پاکؐ سے کیسی محبت تھی، تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم وہ ہمارے مال، اولاد اور ہمارے والدین اور سخت موسم میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ پسندیدہ تھے۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک رات گشت پر نکلے دیکھا کہ ایک گھر میں چراغ جل رہا ہے، اس کے پاس ایک بڑھیا ہے جو اپنے کپڑے پر نقش بنا رہی ہے اور کہہ رہی ہے، حضرت محمد عربیؐ پر صلاۃ وسلام ہو پاکیزہ ہستیاں ان پر

درود بھیجیں، وہ سحر خیزی کے عادی تھے، جو راتوں کو جاگ کر رب کے سامنے گریہ وزاری کرتے تھے۔ اے کاش مجھے معلوم ہوتا، موت کا ایک وقت مقرر ہے، کیا کوئی مجھ کو میرے محبوب کے ساتھ جمع کرے گا؟ کیا کوئی مجھ کو میرے محبوب سے ملائے گا؟ (محبوب سے اس کی مراد رسول پاکؐ کی ذات تھی) راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ یہ منظر دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ حضرت بلالؓ کی وفات کا وقت قریب تھا، ان کی اہلیہ آہ و بکا کر رہی تھیں، اور کہہ رہی تھیں ہائے غم ہائے غم، حضرت بلالؓ نے کہا واہ کیا خوشی کا موقع ہے، واہ کیا خوشی کا موقع ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے ملیں گے، حضرت محمدؐ اور آپؐ کی جماعت سے ملیں گے۔ مکہ والوں نے زید بن دثنہؓ کو سولی دینے کے لیے جب حرم سے باہر کیا، تو ابوسفیان (جو اس وقت مشرک تھے) انہوں نے کہا کہ اے زید میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری جگہ پہ ہوں، ان کی گردن اڑائی جائے اور تم اپنے اہل خانہ میں مطمئن رہو، حضرت زیدؓ نے کہا خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے میں کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے اہل وعیال میں مطمئن ہو کر بیٹھا رہوں، ابوسفیان کا بیان ہے کہ میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ لوگ اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہوں، خالد بن معدانؒ جب بستر پر آتے تھے تو رسول اکرمؐ سے اپنے اشتیاق کا تذکرہ کرتے تھے، ہر رات ان کا یہی معمول تھا، وہ کہتے تھے آپؐ میرے اصل ہیں، ان ہی کے طرف میرا دل مائل ہوتا ہے، میرا اشتیاق انہی کی طرف ہے، میرے رب میرا وقت مقرر لے آ، کہ میں سو جاؤں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب رسول اکرمؐ کے بارے میں بیان کرتے تو ان پر خاص بے چینی چھا جاتی، یہاں تک کہ پسینے سے شرابور ہو جاتے۔ خلیفہ عباسی جعفر منصور مسجد نبوی میں آئے اور ذرا بلند آواز سے کلام کیا۔ امام مالکؒ نے ان سے کہا کہ اے خلیفہ! وقت مسجد نبوی میں اپنی آواز بلند نہ کیجیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کیا کرو، اور نہ بلند آواز سے ان سے

کلام کیا کرو۔ ایک مرتبہ امام مالکؒ سے ایوب سختیانی کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا کہ ایوب ہم میں سب سے افضل آدمی ہیں، انہوں نے دو حج کیے، میں ان کو کنکھیوں سے دیکھتا تھا، جب ان کے سامنے ذکر نبیؐ ہوتا تو ان کی آنکھیں ڈبڈبا جاتی تھیں۔ مصعب کہتے ہیں کہ امام مالکؒ کے سامنے رسول پاکؐ کا نام آتا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا، اور وہ اس طرح جھک کر بیٹھتے کہ ہم نشینوں کو اس طرح بیٹھنا دشوار ہوتا تھا۔ ایک دن ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر تم لوگ بھی اس کو دیکھ لو جو میں دیکھتا ہوں تو تمہیں میری حالت پر تعجب نہ ہو۔ محمد بن منکدر کا معمول تھا کہ جب بھی وہ کوئی حدیث بیان کرتے تو آب دیدہ ہو جاتے، چنانچہ ہم ان پر رحم کھا کر چھوڑ دیتے۔ جعفر بن محمد کے سامنے جب نبی پاکؐ کا تذکرہ ہوتا تو ان کے چہرے کا رنگ پیلا ہو جاتا اور خوب روتے، جب بھی وہ حدیث بیان کرتے تو باوضو ہوتے۔ عبدالرحمٰن بن قاسم کا چہرہ نبی کریمؐ کے تذکرہ کے وقت سرخ ہو جاتا، لگتا ہے خون جما ہے۔ ان کی زبان مارے ہیبت کے رک جاتی۔ عامر بن عبداللہ بن زبیر کے سامنے جب بھی رسول پاکؐ کا ذکر ہوتا اس قدر روتے کہ ان کی آنکھوں کے آنسو خشک ہو جاتے، امام زہریؒ بڑے خوش حال، خوش پوشاک تھے، جب رسول پاکؐ کا ذکر آتا تو ان کی حالت بدل جاتی تھی۔ صفوان بن سلیم بڑے اولیاء میں شمار ہوتے ہیں جب ان کے سامنے ذکر رسولؐ ہوتا تو اس قدر روتے کہ لوگ اکتا جاتے اور چھوڑ کر چلے جاتے۔ مطرفؒ کہتے ہیں کہ جب لوگ مالک بن انسؒ کے پاس آتے تو امام مالک ان سے دریافت کرتے کہ کس مقصد سے آنا ہوا ہے، اگر وہ فقہ کا کوئی مسئلہ دریافت کرنے آتے تو فوراً نکل جاتے اور ان کو مسئلہ بتاتے، لیکن اگر وہ حدیث کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہتے تو امام مالکؒ اہتمام سے غسل کرتے، وضو کرتے، خوشبو لگاتے، عمامہ باندھتے ان کے لیے مسند لگائی جاتی اور پورے سکون و وقار کے ساتھ درس حدیث میں مشغول ہوتے، ان پر خشوع و خضوع کا غلبہ ہوتا، عود کی دھونی دی جاتی، یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو جاتے، وہ کہا کرتے تھے کہ میں بس حدیث رسول کا احترام کرتا ہوں اور باوضو ہی اس کا درس دیتا ہوں۔

ابومہدی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام مالک کے ساتھ عقیق کے طرف جارہا تھا، میں نے ان سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے مجھے جھڑک دیا اور انہوں نے کہا کہ یہ خلاف ادب ہے کہ ہم چلتے ہوئے حدیث رسول کے بارے میں گفتگو کریں۔

محترم حضرات!

میں اپنی گفتگو کو طویل نہیں کرنا چاہتا جو کچھ بیان کیا گیا ہے، اس سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ سیرت مصطفیؐ میں خیر و برکت، ہدایت و روشنی، صلاح و تقویٰ کے وہ تمام عناصر موجود ہیں، جن سے ایک ذی شعور انسان استفادہ کر سکتا ہے۔ اس وقت میں تمام حاضرین سے بالخصوص اپنی ذات سے اس بات کا مطالبہ کرتا ہوں کہ ہم سیرت نبویؐ کے مطالعہ کا معمول بنائیں۔ یہ مطالعہ عقیدت مندانہ و محبانہ ہو، کیونکہ رسول اکرمؐ کی ذات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی عظیم ہے، مخلوق میں آپؐ سب سے معزز ہیں اور ایسی میزان ہیں جن پر اعمال واقوال کا وزن کیا جا سکتا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے کہنے اور سننے کو قبول فرمائیں، اور آج کی نشست کو محشر کی سختیوں سے نپٹنے کے لیے ایک دلیل بنادیں، کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہیں اور دعاؤں کو وہی قبول کرتے ہیں۔

اخیر میں میں شکریہ ادا کرتا ہوں، ان تمام حضرات کا جنہوں نے اس اہم ترین کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضیات کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ وما توفیقی الا باللّٰہ علیه توکلت والیه انیب.

اعتدال ومیانہ روی

امت مسلمہ کی شان امتیازی

تمام تعریف اللہ ہی کو زیبا ہے، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اپنے نفس کے شر اور برے اعمال سے اسی کی پناہ میں آتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ راہ یاب کرے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے گمراہ کردے اسے کوئی راہ یاب نہیں کرسکتا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اس بات کی آرزو رکھو کہ تمہاری موت اسلام ہی پر ہو۔ [آل عمران: ۱۰۲] اے لوگو! اپنے اس پروردگار سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر اس سے تمہارا جوڑا بنایا اور دونوں سے پوری آبادی پھیلادی، اس اللہ سے ڈرو جس کا نام لے کر تم سوال کرتے ہو اور رشتہ داریوں کا خیال رکھو، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ [نساء: ۱] اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچی اور پکی بات کہو، اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ [احزاب: ۷۰، ۷۱]

اما بعد: سچا کلام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، بہترین طرز زندگی رسول اللہ ﷺ کا طرز زندگی ہے، بدترین امور نئی باتیں ہیں اور ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، اے اللہ کے بندو! تقویٰ اختیار کرو، اور تنہائی اور مجمع میں اس کو یاد رکھو، غیب وشہود میں اس کا استحضار رکھو اور یاد رکھو! جو کئی راستوں پر چلتا ہے وہ بہادر نہیں ہے، بلکہ جو اللہ سے ڈرتا

ہے وہی نیک بخت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سعادت سے سرفراز فرمائیں۔

امت اسلامیہ آج سخت ترین حالات اور نازک ترین مرحلے سے گذر رہی ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ مرحلہ زیادہ دشوار گذار اور کٹھن ہے، مسائل بے شمار ہیں، مشکلات روز افزوں بڑھ رہی ہیں، تمنائیں اور آرزوئیں بھی عالم اسلام سے وابستہ کی جارہی ہیں، ایک مبصر حیران ہے کہ گفتگو کہاں سے شروع کرے، دین کے مسائل میں اہم ترین مسئلہ اور اس کے سنہرے نقوش میں ایک تابندہ نقش جس کا اس موقع پر تذکرہ کرنا چاہتا ہوں وہ اعتدال ومیانہ روی ہے، یہ مسئلہ ایسی زیادتی اور بے اعتدالی کا شکار ہے کہ اس کی وجہ سے تحریف کا عمل جاری ہے، دھوکہ دہی اور گمراہی اور دین کے احکام سے دوری یا اس کی غلط تشریح وتاویل اس کے نتیجہ میں وجود میں آگئی ہے، عقیدہ میں انحراف، فکر میں کجی، معاشرتی امراض اور عصبیت وتنگ نظری، اختلاف وانتشار کو اس کے ذریعہ ہوا مل رہی ہے۔

مسلمانو! اعتدال ومیانہ روی دین کے اہم ترین شعائر اور عظیم ترین خصوصیات میں ہے، بلکہ یہ نبوت کی بنیاد اور ہر خیر کا سرچشمہ ہے، امت کو ربانیت کی صفت سے مزین کرنے والی شے ہے، یہ دائمی اور ابدی شریعت کا الٰہی رنگ ہے اور دائمی امت کو بقا عطا کرنے والی خوبی ہے، آپ کو معلوم ہے کہ وسطیت کیا ہے؟ وسطیت امت محمدیہ کی شان امتیازی اور اس کی عظیم ترین صفت ہے، اللہ رب العزت نے اس کا تذکرہ قرآن کریم میں کیا ہے، وسطیت ترقی یافتہ زندگی کے لئے دستور العمل ہے، دائمی فلاح کو پانے کا ذریعہ ہے، مطلوبہ سعادت تک پہنچنے کا راستہ ہے، بلکہ مسلمانوں کا باہمی اتحاد واتفاق اور دشمنوں پر ان کی فتح یابی اسی میں مضمر ہے، یہ ایک ربانی تحفہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو نوازا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اس طرح ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہوں''۔ [البقرۃ:۱۴۳]

فرزندان توحید! یہ مطلوبہ وسطیت دین کو اس کی اصلی شکل میں پیش کرنے کی ایک میزان ہے، اس کی بنیاد چند اصول اور کلیات پر ہے، جن کو اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے اور ترغیب دی ہے اور قرآن میں جابجا اس پر ابھارا بھی ہے، اس کا تذکرہ بے ضرورت

نہیں ہے، اور نہ ہر خاص و عام شخص اس کو اختیار کرنے کا دعویٰ ہی کر سکتا ہے، کیونکہ عربی شعر ہے جس کا مفہوم یہ کہ: ہر شخص لیلیٰ سے اپنی وابستگی کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن اس کا عمل اس کے برخلاف ہے، اسلیئے لیلیٰ اس کو خاطر میں نہیں لاتی، دعوی پر جب تک دلیل نہ ہو تو دعویٰ بے بنیاد ہے۔ اللہ رب العزت نے اس وسطیت کا تذکرہ قرآن میں کیا اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے معمولات کے ذریعہ عملی شکل میں اس کو دکھا دیا۔

اس وسطیت کی پہلی بنیاد نافعیت، صلاح و تقویٰ، استقامت اور اللہ تعالیٰ کی شریعت پر عمل کرنا ہے۔ امت مسلمہ امت وسط ہے، یہ خیر، صلاح، تقویٰ اور استقامت اور اللہ کی شریعت پر عمل کرنے والی امت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو مضبوطی کے ساتھ لیتی ہے اور اس پر بھاؤ تاؤ نہیں کرتی اور اس سلسلہ میں کسی مادی مصلحت کو ترجیح نہیں دیتی، وہ اس کے اصول اور عقیدے سے ذرہ برابر بھی دستبردار ہونے کیلئے تیار نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو“۔ [آل عمران: ۱۱۰] ایک دوسری جگہ آیا ہے: جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ جم گئے تو ان کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔“ [الاحقاف: ۱۳] مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ”اے ایمان والو! نہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے معاملات میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں، جبکہ حال یہ ہے کہ تم علم رکھتے ہو“۔ [الانفال: ۲۷]

مطلوبہ وسطیت کی دوسری بنیاد عدل و انصاف ہے، عدل و انصاف دوست کے ساتھ بھی اور دشمن کے ساتھ بھی، عدل وہ شے ہے جس پر زمین و آسمان قائم ہے، امت مسلمہ اگر اس اصول کو عملی شکل دے گی تو وہ بہت سی خیرات و برکات سے مستفید ہوگی، امت محمدیہ کو اللہ رب العزت نے امتوں پر گواہی دینے والا صرف اس لئے بنایا ہے کہ یہ عدل و انصاف کو ہر لحہ قائم کرنے والی امت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ہم نے تم کو معتدل امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہوں“۔ [البقرۃ: ۱۴۳] ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کے ساتھ کہو، اگرچہ

تمہارا کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو"۔[الانعام:۱۵۲] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے اہل کے پاس پہونچادو اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے، وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے"۔[النساء:۵۸] ارشاد باری ہے: "اے ایمان والو! عدل کو قائم کرنیوالے ہو جاؤ اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے، اگرچہ اپنے نفس، والدین اور قرابت داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی مالدار ہے یا غریب تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے مقابلے میں زیادہ قابل ترجیح ہے، خواہشوں پر عمل کر کے تم بے انصافی نہ کرو اور اگر تم روگردانی کروگے، پیٹھ پھیروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے معاملات سے خوب واقف ہے"۔[النساء:۱۳۵] دوست و دشمن کے ساتھ عدل و انصاف، دور اور نزدیک رہنے والے شخص کے ساتھ انصاف، خوددار، باتوفیق اور شریف انسانوں کا شیوہ ہے اور بڑے لوگوں کے اخلاق کا حصہ ہے۔

مسلمانو! وسطیت اور اعتدال، باعزت زندگی کا دستور العمل ہے، اس کی تیسری بنیاد آسانی، مشقت کو دور کرنے، سہولت پیدا کرنے اور کشادہ دلی کے مظاہرہ پر ہے، یہ وہ صفات ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت میں ہیں، مشقت کے ساتھ وسطیت کا کوئی اعتبار نہیں، انتہا پسندی، غلو آمیزی، سختی کے ساتھ وسطیت ناقابل التفات ہے، تساہلی اور دشوار گذاری کے ساتھ وسطیت بھی ناپسندیدہ ہے، عصبیت اور اختلاف و انتشار کے ساتھ وسطیت قابل رد ہے۔ مسلمانوں کو مشقت میں ڈالنے اور ناقابل برداشت چیزوں کا ان کو مکلّف بنانے کے ساتھ بھی وسطیت کارعبث ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا، اس سے پہلے بھی اور اس میں تاکہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم دوسری قوموں پر گواہ رہو"۔[الحج:۷۸] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی چاہتے ہیں، سختی نہیں چاہتے"۔[البقرۃ:۱۸۵] اور بخاری شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ دین آسان ہے اور جو بھی دین کے معاملے میں سختی برتے گا تو دین اس کو زیر کردے گا تو میانہ روی اختیار کرو، آہستہ چال چلو، بشارت

قبول کرو، صبح وشام اور رات کے اعمال کے ذریعہ اللہ کی مدد چاہو۔[بخاری: رقم ۶۴۶۳]

مسلمانو! امت مسلمہ برکت اور مطلوبہ وسطیت کو اس وقت تک نہیں پا سکتی ہے جب تک وہ قرآن اور حدیث نبوی کو ہر معاملے میں حکم نہ بنائے، وہ صحابہ کرامؓ کے فہم سے استدلال کرے اور تابعین اور تبع تابعین اور علمائے امت کے استنباطات کو لائق اعتنا سمجھے، قرآن وحدیث پر عمل بھی وسطیت کے حصول کی علامت ہے، قرآن وحدیث کو اپنانا موجودہ شرور وفتن سے تحفظ کا ذریعہ ہے اور عقائدی اور فکری گمراہیوں، معاشرتی اور ثقافتی کجرویوں سے دور رہنے کا ایک وسیلہ ہے، قرآن وحدیث پر عمل وسطیت اور نافعیت کی پہچان ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو''۔اللہ کی رسی قرآن و حدیث ہے۔ایک دوسرے موقع پر آیا ہے کہ: ''اگر تم رسول ﷺ کی اطاعت کروگے تو تم راہ یاب ہوگے''۔اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''ان کی اتباع کروتا کہ تم ہدایت پاؤ''۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دو چیزیں تم میں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔

اے کلمہ گو مسلمانو! مکمل خیر، مکمل ہدایت، مکمل نیکی اور مکمل اعتدال ومیانہ روی قرآن وحدیث کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے اور ان پر عمل کرنے میں ہے، اور پورا شر و فساد، پورا انحراف کتاب وسنت کو چھوڑنے اور ان کی تعلیمات کو قول فیصل نہ ماننے اور دین میں بدعات ایجاد کرنے، لوگوں کے خود ساختہ نظریات کو قرآن وحدیث پر ترجیح دینے میں ہے، اس عمل کا اعتدال ومیانہ روی سے کوئی تعلق نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور آپ کے لئے قرآن کریم میں موجود برکتوں کے حصول کو آسان بنائے اور ہمیں اور آپ کو اس سے کما حقہ فائدہ پہنچائے، میں اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، آپ بھی استغفار کیجئے، کیونکہ وہ مغفرت فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اسلامی نظام معاشرت

الحمد لله رب العالمين و صلى الله و سلم وبارك على نبينا و سيدنا و حبيبنا وعلىٰ آله و صحبه و أزواجه و ذرياته الطيبين الطاهرين و سائر الصحابة الكرام البررة و التابعين لهم بالإحسان إلى يوم الدين أما بعد!

اس وقت میں آپ کے سامنے قرآن کریم کی ایک آیت کو موضوع گفتگو بنا کر کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں، اللہ رب العزت نے ہم کو حق بات کی تلقین کرنے اور اس سلسلہ میں پیش آنے والی پریشانیوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے، قرآن کریم کی جو آیت آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے وہ بہت ہی مختصر ہے، الفاظ بھی تھوڑے ہیں، حروف بھی کم، لیکن وہ ہر قسم کی خیر کی جامع ہے، اور ایسے محاسن اخلاق اور علوم و معارف اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، جو عموماً دوسرے مقامات پر نہیں ملتے، یہ آیت قرآن کریم کے اعجازی پہلو کو بھی واضح کرتی ہے اور اس حقیقت کو روشناس کراتی ہے کہ اللہ کا کلام تمام کلاموں سے بڑھ کر عمدہ ہے، ہدایت، خیر، روشنی اور کامیابی اسی کلام میں مضمر ہے، سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ﴾. [الاعراف: ۱۹۹] (معافی کو اپنا شیوہ بنایئے، نیکی کا حکم کیجئے اور نادانوں سے اعراض کیجئے)۔ اس آیت میں تین اصول اور کلیات بیان کئے گئے ہیں، یہ اس نظام معاشرت کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر دنیا میں تشریف لائے۔

اگر ہم ان اصولوں، بلکہ اس آیت کے اندر غور کریں اور کما حقہ اس کو سمجھنے کی کوشش کریں تو ہماری زندگی اچھی، کامل، پاکیزہ اور عمدہ ہو سکتی ہے، تین جملے: معاف

کیجئے، نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے، پورے مجموعۂ اخلاقیات کے جامع ہیں۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''اے محمد! آپ بلند اخلاق کے حامل ہیں''۔ [القلم:۴] یہ تینوں صفات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا جز ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ دین میں اخلاق کا کیا مرتبہ ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ دین معاملات کا نام ہے، ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ: ''کامل ایمان والا وہ ہے جو اچھے اخلاق کا حامل ہو''۔ [ابوداؤد:۴۶۸۴] ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ: ''انسان اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے دن بھر روزہ رکھنے والے اور رات بھر نفلیں پڑھنے والے کے درجے تک پہنچ جاتا ہے''۔ [مسند احمد:۲۶۰۵۳] ترمذی شریف میں منقول ہے کہ قیامت کے دن ایمان والے کی میزان میں حسن اخلاق سے بہتر کوئی وزنی چیز نہیں ہوگی، مزید فرمایا کہ قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو اچھے اخلاق کا حامل ہو۔ [ترمذی:۲۱۵۰]

مذکورہ آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام میں اخلاق کی بہت زیادہ اہمیت ہے، کیونکہ دین عبادت واخلاق کے مجموعے کا نام ہے، دین کا ایک حصہ اللہ کے ساتھ اور دوسرا حصہ لوگوں کے ساتھ جڑا ہوا ہے، ایک حصہ عبادت، اطاعت اور عمل ہے، دوسرا حصہ لوگوں کے ساتھ معاملہ، اخلاقی برتاؤ اور اچھی صفات کا مظاہرہ۔ اس آیت میں ہم کو تین اصول دیئے گئے ہیں، اسلامی اخلاقیات کے تمام ضابطے اور قاعدے انہی تینوں اصولوں کے ضمن میں آتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! معافی کو شیوہ بنایئے، یعنی لوگوں سے جو غلطی ہو جائے اور ان کی طبیعتوں، اخلاق اور معاملات میں جو بے راہ روی ہو، اس کا تعلق اگر آپ کی ذات سے ہے تو نظر انداز کیجئے اور لوگوں کو ناقابل برداشت چیزوں کا عادی نہ بنایئے، بلکہ ان سے اچھائی اور خوبی کے ساتھ پیش آیئے، اور دیگر معاملات میں اغماض برتئے، قرآن کریم کا انسان کے باہمی برتاؤ کے تعلق سے یہ ایک متوازن نظریہ ہے کہ ان کی خوبیوں کو قبول کیا جائے اور ان کی غلطیوں

سے چشم پوشی کی جائے، اس اصول کے تحت بہت سی جزئیات آتی ہیں، مثلاً معاملہ فہمی، معاف کرنا، رحم کرنا، اچھے اخلاق کو لینا، دریا دلی کا مظاہرہ کرنا وغیرہ۔

یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان ہر چیز میں کامل و مکمل ہو، ہر انسان کے کچھ ایجابی پہلو ہوتے ہیں اور کچھ سلبی، تو جس وقت آپ ان سے معاملہ کریں تو ان کے ایجابی پہلوؤں کو قبول کریں اور ان کے پاس جو خیر اور حکمت ہے اس کو اپنے دل میں جگہ دیں، لیکن اگر وہ غلطی کریں، ان سے کوتاہی ہو جائے، تو بہتر یہ ہے کہ ان کو معاف کیجئے، نظر انداز کیجئے، یہ ضابطۂ حیات اگر نافذ ہو تو ہماری بہت سی پریشانیاں دور ہو جائیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں اس عظیم نظام معاشرت کی طرف توجہ دلائی ہے، مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'کوئی ایمان والا کسی ایمان والی عورت سے ناراض نہ ہو کیونکہ اگر اس کی ایک عادت ناپسندیدہ ہے تو دوسری عادت اچھی ہے''۔ یہ ضابطہ عقل و حکمت کے بالکل مطابق ہے، اگر آپ اپنی بیوی کے اخلاق میں کچھ کمی پائیں تو حاشا و کلا اس پر یکبارگی حملہ نہ کیجئے اور اس کے تعاون، اس کے ایجابی پہلوؤں کو بھول کر اس کے ساتھ سختی کا معاملہ کیجئے، اس کا اسلامی اخلاقیات سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اگر اس کی ایک عادت بری لگے تو دوسری عادت اچھی لگے گی، جب یہ صورتحال ہو تو اس کی خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے اور اس کے تعاون کو مستحضر رکھا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنی شریک حیات کی زبان سے سخت جملہ سنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ نہیں ہوئے، بلکہ صبر کیا اور خاموش رہے، پوچھنے والے نے پوچھا کہ ایسا معاملہ آپ نے کیوں کیا؟ جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حق کے لئے بڑے سخت تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ میرے بچوں کی نگہداشت کرتی ہے، میرے کپڑے دھوتی ہے، میرے لئے کھانا پکاتی ہے اور نہ جانے کتنے کام کرتی ہے، چنانچہ انہوں نے معاف کر دیا

۔تمام طبقات،قوموں اور جماعتوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں یہ ہمارے لئے ایک عظیم دستور ہے کہ ہم ان کے ایجابی پہلوؤں اور خیر و برکت کو حاصل کریں اوران کی کمیوں اور کوتاہیوں کونظرانداز کریں ، ایسا کرنے سے اس کے بڑے اچھے نتائج مرتب ہونگے ، لیکن یہ بات یاد رہے کہ انسان ہر معاملے میں معافی کو اپنا شیوہ نہ بنائے ،عقیدہ اور شریعت کے معاملے میں وہ حق بجانب ہو، اگر کوئی بدعقیدگی ،شریعت کی بے حرمتی کی جارہی ہوتو اس کا ازالہ کرنا عین ایمان ہے۔واضح رہے کہ یہ کام محبت بھرے انداز میں حکمت اوراچھی نصیحت کے ذریعہ ہو۔

آیت کا دوسرا جملہ:﴿ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ﴾ ہے،یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نیکی کا حکم دیجئے، آپ کا یہ عمل دواہم باتوں پر مشتمل ہونا چاہئے،ایک یہ کہ نیکی کا یہ عمل حکمت، نصیحت، سنجیدگی اور غایت درجے ادب واحترام کے دائرہ میں ہو،دوسرا یہ کہ جس بات کا حکم دیا جارہا ہے، وہ شرعی لحاظ سے قابل قبول ہو،تو نہ رسم ورواج سے تعلق رکھتا ہواور نہ جاہلی عادات واطوار سے، اس اصول کے تحت بھی بہت سی جزئیات ہیں، ایک اہم جزئیہ نصیحت وخیرخواہی ہے، نصیحت وخیرخواہی کا شریعت میں عظیم مرتبہ ہے، کئی آیتیں اوراحادیث اس پر شاہد ہیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ دین خیرخواہی کا نام ہے، عربی کے لحاظ سے یہاں جو جملہ استعمال کیا گیا ہے اس کے اندر حصر ہے، اور حصر سے نصیحت کر کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم تر ہونے کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب ہے، حضرت تمیم بن اوس داریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دین خیرخواہی کا نام ہے، ہم نے رسوال کیا: کس کے لئے اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: اللہ کے لئے ، اس کی کتاب کے لئے ، رسول کے لئے ، مسلمان پیشواؤں کے لئے اورعوام الناس کے لئے''۔[مسلم شریف]

آیت کے اس ٹکڑے میں اہم ترین بات جس کی ہم کوتلقین کی جارہی ہے یہ ہے کہ ہمارا ہر فرد خیر کا داعی ہو،لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہو، اس کا یہ عمل حکمت اچھی نصیحت،

محبت ومودت کے ساتھ ہو، اگر ہم سیرت رسول کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصول کو کما حقہ اپنی زندگی میں برتا، سیرت کی کتابوں میں ایسے واقعات موجود ہیں جو اس پہلو کو واضح انداز میں پیش کرتے ہیں۔

آیت میں تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ جاہلوں سے اعراض کیجئے، اعراض کا مطلب معاف کرنا، درگذر کرنا، پیش قدمی نہ کرنا، دور رہنا ان لوگوں سے جو شریعت کے مخالف ہیں، فاسق وزندیق ہیں اور خیر سے روکنے والے ہیں، انسان دنیوی زندگی میں جب علم پر عمل کرتا ہے اور لوگوں کو اس علم کی طرف راغب کرتا ہے تو ایسے نادان لوگوں سے بھی اس کا سابقہ پڑتا ہے جو اسے قولی اور عملی لحاظ سے اس کو ایذا پہونچاتے ہیں، ایسے موقع پر شریعت کا حکم یہ ہے کہ انسان جاہلوں سے اعراض کرے، ان کو خاطر میں نہ لائے، ان کی طرف کوئی توجہ نہ کرے، نہ گالم گلوچ میں ان کے ساتھ شریک ہو، اور نہ بحث ومباحثہ میں، جب ایسا ہوگا تو انسان فلاح پانے والا ہوگا، جاہلوں کے شر سے محفوظ رہے گا، اس کا ضمیر اور اس کا دل مطمئن ہوگا، اس کی فکر اور اس کا ذہن اور اس کا علم اور اس کی عقل بھی پراگندہ نہیں ہوگی، ایک ذی فہم، عقل مند انسان کا شیوہ ہے کہ وہ نادان لوگوں سے دور رہتا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے: ’’چشم پوشی کرنا اخلاق حسنہ کا نواں حصہ ہے‘‘۔

اگر ہم سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کریں تو ان ربانی اصولوں کو عملی شکل میں موجود پائیں گے، اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ’’اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ بلند اخلاق کے مالک ہیں‘‘۔ اللہ رب العزت نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے اخلاق سے نوازا، اچھے اخلاق کیا ہیں؟ اچھے اخلاق قرآن کریم میں مذکور اخلاقی تعلیمات ہیں، جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں برتا اور آپ قرآن کے ترجمان تھے، ایسے قرآن تھے جو عربوں کے درمیان چل پھر رہا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن ہی تھے، سیرت نبوی قرآن کی اخلاقی تعلیمات کی حقیقی ترجمانی ہے، اسی میں اس آیت کی بھی تفسیر موجود ہے

جو ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

اس موقع پر ہم دو واقعات ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں تا کہ وہ ہمارے لئے مستقبل میں مشعل راہ ثابت ہوں:

پہلا واقعہ: یہودی عالم زید بن ثابت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرض کو طلب کرنے کے لئے آئے، آتے ہی زور سے آپ کی چادر کھینچی، جس کا اثر آپ کی گردن پر پڑا اور کہا اے محمد! میرا قرض مجھ کو دو، کیونکہ تم عبدالمطلب کی اولاد میں ہو جو ٹال مٹول کرنے والے افراد ہیں، اس یہودی نے صرف بدترین عمل کا ارتکاب ہی نہیں کیا، بلکہ شان نبوت کے بالکل منافی جملہ بھی کہا، جس سے متاثر ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اجازت ہو تو ہم اس یہودی کی گردن اڑا دیں۔

ملاحظہ فرمایئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کیا کیا؟ یہودی کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں اس بات کا خواہش مند تھا کہ عمر! تم مجھ کو حسن ادائی کا مشورہ دیتے اور اس کو حسن طلب کا، غور کیا جائے کہ نبوی مرتبہ کیا ہے، خدا کی قسم اگر آج کوئی آدمی آئے اور ہمارے ساتھ ایسا معاملہ کرے تو ہم اس کو ماریں گے، اس سے سختی سے بات کریں گے اور دوسری کارروائیاں کریں گے، لیکن یہ یہودی آیا اور زور سے چادر بھی کھینچی اور کہا کہ اے محمد! تم ٹال مٹول کرنے والے ہو، اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا، یہ تابناک نبوی نمونہ اور یہ خوبصورت مسکراہٹ ہمارے لئے قیمتی سوغات ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کا قرض اس کو ادا کر دیں اور بیس صاع مزید دیں، اللہ اکبر! یہ اعلیٰ اخلاق ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے، قرض بھی ادا فرما رہے ہیں اور بیس صاع مزید دے رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ معترض ہو کر سوال کرتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے ایسا معاملہ کیوں فرمایا؟ تو آپ نے فرمایا: اس لئے کہ تم نے اس کو ڈرایا اور دھمکایا، اتنا سننا تھا کہ اسی آن وہ یہودی حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اور

کہا کہ میں تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں پڑھا کرتا تھا کہ وہ بڑے حلیم ہونگے، جاہلوں کی جہالت کے سامنے ان کا حلم بہت بڑھا ہوا ہوگا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرا واقعہ: غزوۂ حنین کا موقع ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرمارہے ہیں، آپ نے نومسلم افراد کو تالیف قلب کے لئے دوسرے مجاہدوں سے کچھ زائد مال غنیمت عطا فرمایا اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے، عیینہ کو بھی سو اونٹ عطا کئے، اسی طرح دیگر افراد کو بھی سو سو اونٹ عنایت فرمائے، ایک دیہاتی آیا اور سخت لہجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوا، اے محمد! انصاف کرو، کیونکہ تم انصاف نہیں کررہے ہو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور پر برہم ہوئے، مگر آپ نے حلم و بردباری کے دامن کو نہیں چھوڑا اور اعرابی سے مخاطب ہوکر کہا کہ تمہارا بھلا ہو، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا؟ پھر اس کو بھی مال دیئے جانے کا حکم دیا۔

ملاحظہ فرمایئے کہ ایک آدمی شان نبوت میں گستاخی کررہا ہے اور پوری جرأت کے ساتھ سختی سے کلام کررہا ہے، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بالمقابل اس کے ساتھ محبت، رحمت، مہربانی، شفقت اور خیر خواہی کا معاملہ فرمارہے ہیں اور اس کی غلطی کی اصلاح بھی فرمارہے ہیں۔

آج ہمیں ان اخلاق کی کتنی سخت ضرورت ہے؟ ہمارے دینی و دعوتی مشن، تعلیم وتربیت کی سرگرمیاں، ہمارے آپسی معاملات خواہ وہ کسی سطح کے ہوں، میں اخلاق حسنہ کی بہت ضرورت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یہودی پڑوسی تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ اچھا معاملہ فرماتے تھے، ہر موقع پر خیال رکھتے تھے اور اس کے ہدایا کو قبول فرماتے تھے اور وقتاً فوقتاً اس کے پاس جاتے تھے، آپ کو معلوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا تو آپؐ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی، آج ہمیں ان اخلاق عالیہ کی بہت زیادہ ضرورت ہے، پہلے ہم اپنی ذات کو ان سے مزین کریں، پھر اپنے ماتحتوں کو ان کی تعلیم دیں، جو شخص بھی قرآنی اخلاق کا علم

حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو حدیث شریف سے خاص اشتغال رکھنا چاہیے، سیرت مصطفیٰ کو پڑھنا چاہیے، کیونکہ اس میں قرآن کے اخلاق مکمل عملی شکل میں موجود ہیں۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم سیرت رسول سے بہت سے نمونے پیش کرتے۔

اخیر میں ہم شکر گذار ہیں ان تمام حضرات کے، خاص طور سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے جنہوں نے اس پاکیزہ جگہ پر آنے کی دعوت دے کر مجھے اعزاز بخشا اور بے پناہ محبتوں سے نوازا، دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو آنے والی زندگی میں اپنے نبی کے علم تلے جمع فرمائے۔ آمین

صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و سلم وبارك علی عبده و رسوله نبینا و سیدنا محمد وأصحابه و صحبه أجمعین